امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 62/72 | مورخہ ۲۰ر جمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴ر جنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار | شمارہ نمبر 04

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ اختلاف رائے کے اصول وآداب
■ معاشرہ پر عربی درسگاہوں کے اثرات
■ ہند میں مسلمانوں کا مستقبل
■ حلال کھائیے۔حرام سے بچیئے
■ فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں، ہفتہ رفتہ

امارت شرعیہ کی دینی تعلیمی پالیسی

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

پالیسی (Policy) انگریزی زبان کا لفظ ہے، اس کے معنی اردو میں حکمت عملی، لائحہ عمل، طریقہ کار، اور مصلحت وقت کے آتے ہیں، یہ حکمت، دوراندیشی، دانائی اور مصلحت پر مبنی ہوتی ہے، اس کے بنانے میں ادارہ کے سربراہ اور مملکت کے حکمراں کی فکر اور سوچ کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس لیے پالیسیاں جامد نہیں ہوتی ہیں، یہ بدلتے حالات، تغیر پذیر زمانہ اور سربراہان کی سوچ کے اعتبار سے وقفہ وقفہ سے بدلتی رہتی ہے۔

امارت شرعیہ کا قیام انگریزی عہد حکومت میں ۲۶ر جون ۱۹۲۱ء کو ہوا تھا، اس وقت ہندوستان میں انگریزوں کی تعلیمی پالیسی رائج تھی اور اس کا مقصد ایک ایسی نسل کو پروان چڑھانا تھا جو گوشت وپوست کے اعتبار سے ہندوستانی، اور دل ودماغ کے اعتبار سے مغربی افکار وخیالات کی حامل ہو اور انگریزوں کے اقتدار کے سورج کو غروب ہونے سے بچا سکے، اس لیے بانی امارت شرعیہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے امارت شرعیہ کے ابتدائی عہد میں مکاتب دینیہ کے قیام پر زور دیا، تاکہ مسلمانوں کو ایمان وعقائد اور بنیادی دینی مسائل سے واقفیت بہم پہونچائی جائے، بنیادی دینی تعلیم کی فراہمی اور اس کے حصول کو یقینی بنانے کی پالیسی جو بانی امارت شرعیہ نے بنائی تھی، وہ الحمد للہ آج تک باقی ہے اور اس میں کسی دور میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، کیوں کہ بنیادی دینی تعلیم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے اور اس سے کسی بھی قسم کی چشم پوشی کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان بنیادی مذہبی تعلیمات اور اقدار سے دور ہو جائیں، امارت شرعیہ نے اسے کبھی گوارہ نہیں کیا کیوں کہ اس کی بنیاد ہی تنفیذ شریعت علی منہاج النبوت پر ہے۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اس بات کی ضرورت بھی محسوس کرتے تھے کہ ابتدائی مکاتب کا عمدہ نصاب تیار کیا جائے، انہوں نے ایک میٹنگ میں علماء کرام سے اپیل کی تھی کہ ”آپ حضرات آج ہی سے غور وخوض شروع کر دیں کہ وہ نصاب کن اصولوں پر بنایا جائے، اور کس حد تک رکھا جائے اور جو حضرات اس کے متعلق کوئی مسودہ تیار کریں وہ ہمارے نام روانہ فرمائیں؛ تاکہ ترتیب میں مجھے سہولت ہو اور آئندہ آپ کو بھی آسانی ہو۔ (مقالات سجاد ۸۰-۷۹)

بعد کے دنوں میں مکاتب امارت شرعیہ کے لیے ایک جامع تعلیمی منصوبہ خود کفیل نظام تعلیم کے عنوان سے مرتب کر کے رائج کیا گیا اور مکاتب دینیہ کے نصاب کو اس کا لازمی حصہ بنایا گیا، اور امارت شرعیہ کے حلقہ کے مکاتب میں اس نصاب کو بڑے پیمانے پر رائج کیا گیا، اور اس پر خصوصی توجہ دی گئی، احقر (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے اپنے ایک مضمون ”امارت شرعیہ کی بنیادی تعلیمی تحریک“ کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا تھا:

”امارت شرعیہ کے دستور میں امیر کے فرائض میں زبانی اور کتابی ہر قسم کی تعلیم کو شامل کیا گیا۔ امارت کی پرانی فائل دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تین سال کے قلیل عرصہ میں صرف پلاموں میں ۲۲ مکاتب قائم کیے گئے اور اگلے پانچ سال میں اس کی تعداد سو سے متجاوز ہو گئی، بعد کے دنوں میں ان علاقوں میں جہاں غریبی کی وجہ سے تعلیم کا کوئی نظم ممکن نہیں ہو رہا تھا، امارت شرعیہ کے بیت المال سے امدادی رقوم ماہ بہ ماہ معلمین کے وظیفہ کے لیے منظور کی گئیں، اور پابندی سے اسے ارسال کیا جاتا رہا، آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے“۔ (تعلیم-ترقی کی شاہ کلید ۳۳)

ساتویں امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانیؒ کے زمانہ میں مکاتب کے نصاب تعلیم، نظام تعلیم اور طریقۂ کار پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ مجلس عاملہ منعقدہ ۲۹ر نومبر ۲۰۲۰ء کو حضرت امیر شریعت سابع نے ایک چہار نفری کمیٹی تشکیل دی، جس میں موجودہ نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی، راقم الحروف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) مفتی نذر توحید صاحب مظاہری اور ڈاکٹر یٰسین قاسمی رانچی کو اس کا رکن نامزد کیا، قائم مقام ناظم کی حیثیت سے مولانا محمد شبلی قاسمی بھی کمیٹی میں شامل ہوئے، کمیٹی کے کنوینر مولانا محمد شمشاد رحمانی بنائے گیے، انہوں نے مکاتب کے لیے نئی تعلیمی پالیسی بنائی، ہم لوگ آن لائن کئی منٹگوں میں اس پر متفق ہوئے، ابھی اس کا نفاذ ہونا باقی تھا کہ حضرت امیر شریعت کا وصال ہو گیا، حضرت کے حکم پر بہار میں ہفتہ ترغیب تعلیم اور جھارکھنڈ میں عشرہ ترغیب تعلیم کے ذریعہ مسلمانوں میں بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لیے بیداری لائی گئی، آٹھویں امیر شریعت مکاتب کے نظام کو اس سے آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور دینی تعلیم کے ساتھ بعض عصری علوم کو بھی مکتب کے زمانہ میں مفید سمجھتے ہیں، حضرت کی توجہ خود کفیل نظام تعلیم کو مضبوط کرنے اور ہر بڑی آبادی تک پہلے مرحلہ میں اسے پہونچانے کی ہے اور ۱۴۴۳ھ میں کم از کم سو مکاتب قائم کرنے کا ہدف ہے اور اب تک الحمد للہ تیس جگہوں میں تعلیم شروع ہو چکی ہے، ۲۴ر جگہوں پر کمیٹی تشکیل دی جا چکی ہے، ۴۶ر جگہوں پر مکاتب کے قیام کو اصول طور پر اب تک منظوری مل چکی ہے۔ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

مکاتب کے بعد مدارس اسلامیہ کی سرپرستی اور اس کی علمی فکری معاونت بھی امارت شرعیہ کی دینی تعلیمی پالیسی کا حصہ رہی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے اس بات پر زور دیا کہ غیر منقسم بہار کے تمام مدارس اسلامیہ عربیہ میں ایک ہی نصاب رائج ہو، ایک مجلس ممتحنہ ہو جو امتحان کے اصول ونوعیت باعتبار کتاب ودرجات قائم کرے اور تمام مدارس کے نتائج کو باضابطہ شائع کیا جائے اور بغیر کامیابی طلبہ کو ترقی نہ دی جائے۔ (مقالات سجاد ۷۷-۷۶) مولانا کی خواہش یہ بھی تھی کہ اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہونے والوں کو ایک سال تک وظیفہ دیا جائے، جو طلبہ ایک مدرسہ سے نکل کر دوسرے مدارس میں داخل ہونا چاہیں ان سے سابقہ مدرسہ کی تصدیق طلب کی جائے اور مدارس کے ذمہ دار یہ تصدیق نامہ دینے سے انکار نہ کریں۔ اسی طرح صوبہ بہار کے کسی ایک مدرسہ کو جامعہ (یونیورسٹی) کا درجہ دے دیا جائے۔

مدارس کے سلسلہ میں اس پالیسی کے نتیجہ میں بعد میں مدرسہ اسلامیہ بتیا اور مدرسہ اسلامیہ بلیاپور دھنباد کا قیام براہ راست امارت شرعیہ کی سرپرستی میں ہوا، یہ دونوں مدارس خاص طور سے امارت شرعیہ کے سمجھے جاتے رہے، ان دونوں کا تعلق امارت شرعیہ سے سرپرستی سے اوپر کا تھا، یہ اتفاق ہے کہ ان دونوں مدرسہ سے امارت کا تعلق اب پہلے جیسا باقی نہ رہا، بلکہ مدرسہ اسلامیہ بلیاپور کا تعلق امارت شرعیہ سے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی مدارس کے نظام کے سلسلہ میں جو رائے تھی، اسی بنیاد پر ۱۹۹۵ء میں حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ نے مدرسہ ضیاء العلوم رام پور رہوا میں ایک میٹنگ بلا کر وفاق المدارس قائم کیا جو آج بھی قائم ہے، مدارس کے نصاب ونظام تعلیم اور نظام امتحان میں یکسانیت لانے کے لیے کام کر اس وفاق سے ان دنوں دو سو تہتر مدارس ملحق ہیں، لاک ڈاؤن کی وجہ سے گو دو سال سے امتحانات نہیں ہوئے ہیں، لیکن وفاق کے ذریعہ ضروری ہدایات ان مدارس کو دی جا رہی ہیں اور اس گائیڈ لائن کے مطابق مدارس کام کر رہے ہیں، جزوی فرق کے ساتھ ان مدارس میں جو نصاب رائج ہے، وہ درس نظامی ہی کا ہے۔

حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی اور ان کے دو خصوصی معاون مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدینؒ کے عہد میں دینی تعلیم کے حوالہ سے جو پالیسی اختیار کی گئی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ میں عصری علوم کو پورے طور پر داخل نہ کیا جائے، ایسا کرنے سے مدارس کی روح نکل جائے گی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی فرمایا کرتے تھے کہ مدارس اسلامیہ اصلا مذہبی علوم کی تعلیم کے لیے ہیں اور ان کو اسی کے لیے خاص رکھنا چاہیے، ان کی سوچ تھی کہ اگر میڈیکل کالج میں انجینئر نہیں بنائے جاتے، انجینئرنگ کالج سے ڈاکٹر تیار ہو کر نہیں نکلتے تو پھر مدارس ہی سے یہ کیوں چاہا جائے کہ وہاں سے فارغ ہونے والا سب کچھ بن کر نکلے، ان کے زمانہ میں دار العلوم الاسلامیہ قائم ہوا اور اس کا نصاب حضرت قاضی صاحبؒ کی نگرانی میں بنا، وفاق المدارس کا نصاب بھی قاضی صاحب کی نگرانی میں ان کے مشورے سے بنایا گیا، انہوں نے دونوں نصاب میں ابتدائی درجات میں بقدر ضرورت انگریزی، ہندی اور حساب کو شامل کیا، یہ نصاب آج بھی امارت شرعیہ کے دار العلوم الاسلامیہ اور وفاق المدارس الاسلامیہ میں رائج ہے۔

موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کی خواہش ہے کہ موجودہ نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی جائے، حالیہ مجلس شوریٰ میں ایک نصابی کمیٹی بنانے کی بات بھی آئی تھی جو ابھی حضرت کے زیر غور ہے، حضرت کی تعلیمی پالیسی یہ ہے کہ نئے نصاب تعلیم میں کچھ ایسی تبدیلی لائی جائے کہ دینی وعصری علوم کی تفریق کم ہو جائے اور مدارس کے فارغین دوسرے محاذ پر بھی قابل قدر خدمات انجام دے سکیں، اس سے تعلیم کی دوئی کا تصور بھی ختم ہو جائے گا، علماء ودانشوران کے درمیان جو خلیج ہے اسے پاٹا جا سکے گا، اور طلبہ کا رجوع مدارس اسلامیہ کی طرف بڑھے گا۔ حضرت دامت برکاتہم کا یہ خیال اصلا حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ کی فکر کا پرتو ہے، حضرت مولانا محمد سجادؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

”چوں کہ مدارس عربیہ اسلامیہ میں جو نصاب تعلیم رائج ہے اور جو طریق تعلیم وتربیت عموما شائع ہے وہ ایک حد تک موجودہ ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے کافی نہیں ہے، انہیں وجوہ سے کثرت مدارس کے باوجود علمی کیفیت روز بروز انحطاط پذیر ہوتی جاتی ہے، اگرچہ علماء کی تعداد میں ہر سال ایک غیر معمولی اضافہ ہوتا رہتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی بہت سے حضرات کے دلوں سے مدارس عربیہ اسلامیہ کی وقعت زائل ہو گئی ہے اور انہیں وجوہ سے ملک میں ایک عام بد دلی پھیلی جا رہی ہے۔ (مقالات سجاد: اصلاح تعلیم ونظام مدارس عربیہ ۷۶)

اچھی باتیں

”جو لوگ آپ پر بھروسہ کرتے ہوں، ان کا بھروسہ کبھی مت توڑیے ☆ پاس ہونے سے زیادہ ضروری ساتھ ہونا ہے کچھ لوگ عمر بھر پاس رہتے ہیں، لیکن ساتھ کبھی نہیں ہوتے ☆ ہر بادشاہ اور حکومت کو ایسے سپاہی کی بڑی قدر ہوتی ہے جو اس وقت بھی میدان جنگ میں کھڑا رہے، جب فوج کے پاؤں اکھڑ گیے ہوں اور بھگدڑ مچ گئی ہو ☆ اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کریں کہ آج جن کے لیے آپ مذاق ہیں، ان کے لیے آپ کل مثال بن جائیں۔“

(حاصل مطالعہ)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں —— رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

پانی کی حفاظت کیجئے

ارشادِ ربانی ہے: ''ہم نے پانی سے ہر چیز کو زندہ کیا، پس کیا وہ ایمان نہیں لاتے'' (سورہ انبیاء، آیت: ۳۰)

وضاحت: قدرت کی بے شار نعمتوں میں پانی بہت بڑی نعمت ہے، وہ اس قدر قیمتی نعمت ہے کہ اگر انسان اس کے ایک گھونٹ کا سخت حاجت مند ہو اور اس کو اس سے روک دیا جائے تو وہ اس کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کے سارے خزانے دیدینا بھی آسان سمجھے گا، گویا دنیا کا ہر جاندار اپنی زندگی کی بقا اور برقراری کے لئے اس کے استعمال پر مجبور ہے، اگر اس کے حاصل کرنے پر پابندی لگ جائے تو مخلوق کی زندگی تنگ ہو جائے گی، بلکہ ان کی حیات سخت خطرے میں پڑ جائے گی۔

غور کیجئے کہ درختوں کی جڑیں اس سے غذا حاصل کرتی ہیں اور اس کی لطافت ہی کی بنا پر اس کی شاخوں میں ہریالی وشادابی آتی ہے، خشک و مردہ زمین میں تازگی پیدا ہوتی ہے، پھل لاتا اور پھول کھلاتا ہے، قرآن مجید کی بلیغ تعبیر ہے: ''فانبتنا به حدائق ذات بهجة'' ہم نے اس سے رونق والے باغ لگائے، نباتات میں قوت نمو وافزائش کا بڑا انحصار پانی ہی پر ہے، خود انسانی زندگی کا بڑا حصہ پانی پر منحصر ہے، غذا سے لے کر مکانات اور کاشت کی اراضی تک کا انحصار پانی پر ہے، قدرت نے پانی کے اندر یہ صلاحیت بھی ودیعت کر رکھی ہے کہ یہ بدن اور کپڑوں کے میل کو دور کرتا ہے، طبی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو پانی دوا بھی ہے اور غذا بھی، اگر آپ اپنے معدے میں جلن وسوزش محسوس کرتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا جسم پانی کی کمی کا شکار ہے، اس جلن کو دور کرنے کے لئے پانی کا کثرت سے استعمال کریں، اگر جوڑوں میں درد کا احساس ہے تو پانی میں تھوڑا نمک ڈال کر پئیں، اس سے تکلیف میں افاقہ ہوگا، بسا اوقات جسم میں پانی کی کمی سے ذیابیطس کا مرض لاحق ہوتا ہے، اگر پانی زیادہ مقدار میں پیا جائے تو ابتدائی ذیابیطس کو روکا جا سکتا ہے حکماء واطباء نے پانی کے بہت سے فائدے ذکر کئے ہیں، مگر ستم ظریفی کہئے کہ بہت سے لوگ پانی کا بے جا استعمال کرتے ہیں، کہیں نلوں کو کھول دیتے ہیں، کہیں پانی کو یونہی بہاتے رہتے ہیں جن سے سڑکیں تربتر رہتی ہیں، یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے لوگ گذر جاتے ہیں اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے ہیں، کیا پانی کا اس طرح ضیاع قدرتی وسائل کی ناقدری نہیں ہے؟

اسی ملک بھارت میں بعض ریاستیں ایسی ہیں جہاں قلت آب ایک بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے اور جن علاقوں میں اس کی بہتات ہے، وہاں شکر گذاری کے بجائے ناقدری و بے حسی پائی جاتی ہے، ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی اس نعمت کی قدر کرے، گھر سے لے کر باہر تک پانی کو ضائع ہونے سے بچانے کی فکر کرے۔

عقلمند آدمی کون ہے؟

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سمجھدار اور عقلمند آدمی وہ ہے جس نے اپنے نفس کو رام کرلیا اور موت کے بعد کی زندگی کے لئے عمل کیا اور بے وقوف و نادان وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کو اس کی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور اللہ پر جھوٹی امیدیں لگائے رکھا'' (ترمذی شریف، ابواب الزہد)

مطلب: عام طور پر عقلمند ودانا انسان اس کو تصور کیا جاتا ہے جو دائیں بائیں کر کے میدان کو سر کرلیا کرتا ہے اور بے وقوف اپنی ناعاقبت اندیشی سے پیچھے رہ جایا کرتا ہے اور لوگوں کے طعنے سنتا رہتا ہے، لیکن اسلام کہتا ہے کہ عقلمندی اور بے وقوفی کا یہ کوئی معیار نہیں ہے، بلکہ عقلمند ودانا شخص وہ ہے جو اپنے نفس کو رام کرلے، نفس کو رام کرنے مطلب ہے کہ قیامت کے دن کے حساب وکتاب سے پہلے دنیا ہی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے یعنی جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور خیر وشر کے فرق کے ساتھ زندگی گذارتا ہے اور اپنے نفس کو عقل وشرع کے تابع رکھتا ہے، ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کی بارش برساتے ہیں اور قیامت کے دن اس پر حساب کو آسان فرمائیں گے، اس کے برعکس جو زندگی کے قیمتی لمحات کو نفس کی خواہش براری میں ضائع کرتا ہے اور اس کو لذتوں کے پیچھے بے لگام چھوڑ دیتا ہے اور ساتھ ہی جنت کی تمنا رکھتا ہے، گویا وہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہے، حضرت امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ، اے نفس ذرا انصاف کر، اگر ایک یہودی تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں لذیذ ترین کھانا تیرے لئے مضر ہے تو تو صبر کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے اور اس کی خاطر تکلیف اٹھاتا ہے، کیا انبیاء کا قول جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے اور فرمان الٰہی اور صحف سماوی کا مضمون تیرے لئے اس سے بھی کم اثر رکھتا ہے جتنا کہ اس یہودی کا ایک قیاس واندازہ، عقل کی کمی اور علم کی کمی اور کوتاہی کے ساتھ تعجب ہے، اگر ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑے میں کچھ ہے تو بغیر دلیل کے اور سوچے سمجھے اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے، کیا انبیاء، علماء، اولیاء اور حکماء کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس بچہ کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟ یا جہنم کی آگ، اس کی بیڑیاں، اس کے گرز، اس کا عذاب، اس کا زقوم اور اس کے آنکڑے، اس کے سانپ بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں، جس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے، یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں، اگر کہیں بہائم کو تیری حالت کا علم ہو جائے تو وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری نادانی کا مذاق اڑائیں، پس اگر اے نفس، تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں اور ان پر تیرا ایمان ہے تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں تساہل اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے، حالانکہ موت کمین گاہ میں منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اچک لے (احیاء العلوم) اس لئے نفس انسانی کو کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے لئے خود احتسابی کے عمل کو تیزی کرنا چاہئے، کیونکہ محاسبہ سے آدمی کا ذہن بیدار رہتا ہے اور اس کے اندر اصلاح حال کا جذبہ ابھرتا رہتا ہے، اس وقت وہ طالب علم بھی ہوتا ہے اور استاد بھی وہ اپنی تشکیل آپ کرتا ہے، انسان اگر خود نہ چاہے تو کوئی دوسرا شخص اس کی شخصیت سازی نہیں کرسکتا ہے، بہت سے لوگ اپنی غلطیوں کی توجیہ تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں، پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی ذہنی اور روحانی ترقی کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور تزکیہ نفس کا عمل رک جاتا ہے، ایسے شخص کے بارے میں حدیث شریف میں کہا گیا کہ وہ ناداں اور بے وقوف ہے، اس لئے یاد رکھئے کہ موجودہ امتحان کی دنیا ہے اگر ہم نے یہاں اپنی خواہشات کو قرآن وحدیث کے تابع کیا تو اللہ کے یہاں اعزاز واکرام سے نوازے جائیں اور اگر اس کو بے لگام چھوڑ دیا تو اللہ کے یہاں سزاوار ہوں گے۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

چمڑے کے موزے (خف) پر مسح:۔

س: خف (چرمی موزہ) پر مسح کب کیا جائے گا، طریقہ کیا ہے اور مسح کی مدت کتنی ہے؟

ج: موزہ پر مسح کے صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اسکو وضو کے بعد حدث لاحق ہونے (نقض وضو) سے پہلے پہنا گیا ہو، لہذا وہ موزہ جسے وضو سے پہلے پہنا گیا ہو، اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ و يجوز من كل حدث موجب للوضوء اذا لبسهما على طهارة كاملة ثم احدث(الهداية با ب المسح على الخفين) مسح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وضو کیا جائے، یعنی مسنون طریقہ پر ہاتھ و چہرہ دھولیا جائے اور سر کا مسح کرلیا جائے، پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو غیر مستعمل پانی سے تر کرلیا جائے، اس کے بعد دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ کر کے دونوں پاؤں کے موزوں پر رکھا جائے، داہنے ہاتھ کو داہنے پاؤں اور بائیں ہاتھ کو بائیں پاؤں پر اور ایک ہی ساتھ دونوں موزوں کو مسح کیا جائے، مسح کی ابتداء پاؤں کی انگلیوں کی طرف سے کی جائے اور ہاتھ کی انگلیوں کو ٹخنوں تک اس طرح کھینچا جائے کہ موزے پر پانی کے خطوط کھنچ جائیں۔ (شامی ۱/ ۴۴۸) مسح کی مدت مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات اور مسافر کے لیے تین دن اور تین رات ہے۔''و يجوز للمقيم يوما و ليلةو للمسافر ثلثة ايام و لياليها'' (هداية ١ /٥٧) اور یہ مدت نواقض وضو پیش آنے کے بعد سے شروع ہوتی ہے نہ کہ مسح کے وقت اور نہ ہی موزہ پہننے کے وقت سے، مثلا ایک مقیم شخص نے ظہر کے وقت وضو کر کے موزہ پہنا اور اس کا وضو مغرب کے وقت ٹوٹ گیا تو وہ شخص اگلے مغرب تک (جس وقت وضو ٹوٹ گیا تھا) اس پر مسح کرسکتا ہے۔و ابتداء المدة...... من وقت الحدث اى لا من وقت المسح الاول...ولا من وقت اللبس (شامی ١ /٤٥٦) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اونی یا سوتی موزے پر مسح؟

س: مروجہ اونی یا سوتی موزہ پر مسح درست ہے یا نہیں؟

ج: اونی یا سوتی موزہ پر مسح کے جائز ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی شرط نہ پائی جائے تو مسح جائز نہیں ہوگا: (۱) موزہ اتنا موٹا ہو کہ ایک فرسخ (تین میل) اسکو پہن کر بغیر جوتا چپل کے چلا جائے تو وہ نہ پھٹے۔

(۲) پنڈلی پر بغیر کسی چیز سے باندھے ہوئے از خود اٹکا رہے۔ (۳) اس کے پہننے کے بعد پاؤں کی کھال نظر نہ آئے۔ (۴) موزہ اتنا موٹا ہو کہ پانی نیچے تک سرایت نہ کرے۔ اور ظاہر ہے کہ اونی اور سوتی موزے میں مذکورہ تمام شرطیں نہیں پائی جاتی ہیں، اس لیے اس پر مسح جائز نہیں ہوگا، البتہ سوتی یا اونی موزہ میں مذکورہ شرطیں پائی جاتی ہوں تو اس پر مسح جائز ہوگا۔" او جوربيه....... الثخينين بحيث يمشى فرسخا و يثبت على الساق بنفسه و لا يرى ما تحته و لا يشف'' (الدر المختار ١/١ ٤٥)

و قال خرج عنه ما كان من كرباس بالكسر و بالثوب من القطن الايبيضو يلحق بالكرباس كل ماكان من نوع الخيط كالكتان و الابريسم و نحوهما (شامی ١/١ ٤٥) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوتی موزے پر چمڑے کا موزہ:

س: اگر کوئی شخص سوتی یا اونی موزے پر چمڑے کا موزہ پہن رکھا ہو تو اس پر مسح درست ہے یا نہیں۔؟

ج: اگر اونی یا سوتی موزے پر چمڑے کے موزے پہن لیے جائیں تو اس خف پر مسح شرعا جائز و درست ہے۔ " يعلم منه جواز المسح على خف لبس فوق مخيط من كرباس اور جو خ و نحوهما مما لا يجوز عليه المسح''(البحر الرائق ١ /١٩٠) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موزہ اتار لینے کے بعد مسح کا حکم:

س: کیا موزہ اتار لینے یا مدت مسح ختم ہو جانے سے مسح ختم ہو جاتا ہے، اگر مسح ختم ہو جاتا ہے، تو پھر سے وضو کرنا ہوگا یا صرف پیر دھو لینا کافی ہوگا؟

ج: موزہ اتار لینے سے مسح ختم ہو جاتا ہے، خواہ دونوں پیر کا موزہ اتارے یا ایک کے اکثر حصہ کا، اسی طرح سے مسح کی مدت پوری ہو جانے سے بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مسح کی مدت پوری ہو جانے سے بھی مسح ختم ہو جاتا ہے۔ اب اگر وضو باقی ہے اور مسح ختم ہو گیا ہے تو اعادہ وضو کی ضرورت نہیں ہے، پیر دھو لینا کافی ہے۔

''و ينقض المسح كل شئى ينقض الوضوء ... و اذا تمت المدة نزع خفيه و غسل رجليه و ليس عليه اعادة بقية الوضوء و كذا اذا نزع قبل المدة'' (هداية ١ /٥٩. ٦٠)

موزہ کا کتنا پھٹن مانع مسح ہے؟

س: اگر موزہ پھٹ گیا ہو جس سے پیر نظر آتا ہو تو اس پر مسح جائز ہے یا نہیں؟

ج: اگر موزہ کسی جگہ سے پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا ہو، جس سے چلنے کے وقت پاؤں ظاہر ہوتا ہو تو اس پر مسح جائز نہیں ہے۔ (شامی) اور اگر ایک ہی موزہ میں مختلف جگہ خرق (پھٹن) ہو جو علاحدہ علاحدہ تو تین انگلیوں کی مقدار نہیں مگر سب کو ملا دیا جائے تو تین انگلیوں کے برابر ہو جائے، اس صورت میں بھی مسح جائز نہیں، اگر دونوں موزوں میں مختلف جگہ خروق ہیں، لیکن ہر ایک موزہ کی مجموعی خروق تین انگلیوں کے برابر نہیں تو مسح کرنا جائز ہے (شامی) (فتاویٰ علماء ہند ۲/۱۴۶)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 62/72 شمارہ نمبر 04 مورخہ ۲۰رجمادی الثانی ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۴رجنوری ۲۰۲۲ء روز سوموار

اپنا محاسبہ

اچھے تاجر کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی آمد اور خرچ پر نظر رکھتا ہے، دوکان بند ہونے کے قبل وہ دن بھر کا حساب تیار کر لیتا ہے تا کہ اسے پتہ چل جائے کہ آج کا دن نفع کا رہا یا نقصان کا، نفع پر خوش ہوتا ہے اور نقصان کی صورت میں پریشان، اس پریشانی میں وہ اس بات کا تجزیہ کرتا ہے کہ معاملہ نقصان کا کیوں رہا، حالاں کہ دوکانداری تو ساری نفع کی امید پر تھی، پوری رات وہ بستر پر کروٹیں بدلتا رہتا ہے اور سوچتا ہے کہ اس نقصان سے نکلنے کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے۔

انسان صبح سے شام تک جو کچھ کرتا ہے، اس میں بھی کچھ آمد ہوتی ہے اور کچھ خرچ، اعمال صالحہ ہمارے نامہ اعمال میں اجر وثواب کے طور پر آمد میں درج ہوتے ہیں، جب کہ گناہ، منکرات اور سیئات ہمارے خرچ کا حصہ ہیں، بعض اعمال تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ پورے نیک اعمال کو ختم کر ڈالتے ہیں، قرآن کریم میں اسے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ سے تعبیر کیا گیا ہے، البتہ بندہ جب منکرات سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سیئات کو حسنات سے بدل دیتا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ جو لوگ توبہ کرتے ہیں، ایمان پر قائم رہتے ہیں، عمل صالح کرتے ہیں تو اللہ ان کے سیئات کو حسنات سے بدل دیتا ہے، کیوں کہ اللہ غفور الرحیم ہے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ ہر رات سونے سے قبل دن بھر کا حساب کر لے، یہ حساب اللہ کے فرشتوں نے نامۂ اعمال میں درج کر لیا ہے لیکن بندے کو اس کا پتہ نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ دن بھر کے اعمال کا جائزہ لیا جائے، کتنے کام اللہ کو راضی کرنے والے کیے گیے اور کتنے اعمال اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے، صوفیاء کی اصطلاح میں اسے محاسبہ اور مراقبہ کہتے ہیں، جب آدمی اس کام سے لگ جاتا ہے تو مزید اچھے عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، گناہوں پر ندامت ہوتی ہے اور اس کی زندگی مرضیات الٰہی کے مطابق گذرنے لگتی ہے اور اگر ایسا نہیں ہو سکا تو انسان گھاٹے میں رہتا ہے اللہ رب العزت نے زمانہ کی قسم کھا کر یہ بات کہی ہے کہ انسان گھاٹے میں ہے اور بڑی تاکید کے ساتھ کہی ہے؛ تا کہ ہر انسان کو یہ بات ذہن نشیں ہو جائے، دراصل نفع نقصان کی زبان ہر آدمی سمجھتا ہے، اس لیے اللہ رب العزت نے انسان کے خسران میں ہونے کا اعلان کر دیا، اس گھاٹے اور خسران سے نکلنے کی شکلیں بھی ساتھ میں بتا دیں وہ یہ کہ اگر آدمی ایمان پر ثابت قدم رہے، نیک عمل کرے، حق کی تلقین کرے اور صبر کو اپنی زندگی کا شعار بنا لے تو وہ گھاٹے سے باہر آ سکتا ہے۔

احتساب کے اس عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ اس کا اپنا کبر ہوتا ہے، وہ غلطیوں پر غلطیاں کیے جاتا ہے، لیکن خود احتسابی کی توفیق اسے اس وجہ سے نہیں ملتی کہ وہ اپنے کو ''عقل کل'' کا مالک سمجھتا ہے، اس کی نظر میں غلطیاں وہ ہیں جو دوسرے کرتے ہیں، اپنی غلطیوں کی طرف اس کا ذہن نہیں جاتا اور وہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے، صحیح کر رہا ہے، ایسا شخص فریب نفس میں مبتلا ہوتا ہے، اور یہ فریب اس کو صحیح راستے پر آنے سے روکتا رہتا ہے، تا آن کہ موت کے سخت اور آہنی پنجے اسے اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں، وہ زندگی میں اپنا محاسبہ نہیں کر سکا تھا، لیکن فرشتے نے جو لیکھا جوکھا تیار کیا ہے وہ قیامت میں اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا، وہ حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھے گا کہ اچھا یہ کام بھی میں نے کیا تھا اور یہ بُرائی بھی مجھ سے سرزد ہوئی تھی، اس دن بھی وہ ڈھیٹھ ہو کر کہے گا کہ نہیں، نہیں، میں نے یہ سب نہیں کیا ہے، اللہ کہتے ہیں کہ اس دن اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اعضاء وجوارح کو گویائی مل جائے گی وہ سب گواہی دیں گے کہ اس بندے نے ایسا کیا تھا، جب اپنے ہاتھ پاؤں بیگانے ہو جائیں گے تو کون اسے بچا سکے گا، اب اسے معلوم ہوگا کہ ہم نے دنیا میں جو عمل کیا وہ ہمیں خائب اور خاسر بنا گیا، اس لیے کہ کامیابی تو وہاں ان لوگوں کے لیے ہے، جنہوں نے اللہ کو رب مانا اور پھر اس پر جم گیے، جمنے کا مطلب ہے کہ دنیاوی حوادث اور مصیبتوں نے ان کے پائے استقامت میں لرزہ پیدا نہیں کیا، ایسے لوگ ہی اس دن کامیاب ہوں گے۔ ان پر رحمت کے فرشتے نازل ہوں گے اور انہیں تسلی دیں گے کہ ڈرو مت اور غمگین نہ ہو، پھر انہیں جنت کی بشارت دیں گے جس کا وعدہ نیکو کاروں سے کیا گیا ہے۔

دم توڑتی جمہوریت

۲۶رجنوری کو ہر سال ہم لوگ جشن جمہوریت مناتے ہیں، سرکاری ونجی دفاتر، اسکول، تعلیمی ادارے اور ملک کی عوام اس جشن کا حصہ بنتے ہیں، لاک ڈاؤن سے قبل انڈیا گیٹ پر دہلی میں بڑا پروگرام ہوا کرتا تھا، جس میں شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ہم اپنی دفاعی قوت وطاقت اور ہندوستان کی تہذیب وثقافت کو مختلف قسم کی جھانکیوں کے ذریعہ دیکھا کرتے تھے، لاکھ ڈاؤن کے زمانہ میں بھی یہ قومی تہوار منایا جاتا ہے، لیکن عوام کی بھیڑ اور شان وشوکت میں بڑی کمی آ گئی ہے، پل پل کی خبروں اور مناظر کے ٹیلی ویزن پر نشر کرنے کی وجہ سے عوام انڈیا گیٹ پر جانے کے بجائے ٹی وی سے چپک کر بیٹھ جاتی ہے اور وہاں جانے کی زحمت کے بغیر پل پل کو اپنی نظروں میں قید کر لیتے ہیں جو شاید وہاں جا کر کسی حال میں ممکن نہیں ہے۔

۱۹۵۰ء میں اسی تاریخ کو ملک میں جمہوری دستور نافذ ہوا تھا، اور ہم نے یہ عہد لیا تھا کہ ہم اس ملک میں جمہوری قدروں کی حفاظت کریں گے، اس ملک کی گنگا جمنی تہذیب مختلف مذاہب اور ثقافت کے آمیزہ سے تیار اس ملک کے کلچر کو ضائع نہیں ہونے دیں گے، ملک کو اس مقام ومرتبہ تک پہونچانے کے لیے تمام مذاہب کے لوگوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا تھا، جیل کی صعوبتیں برداشت کی تھیں، ان میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی بھی تھے، اور شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی بھی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد بھی تھے اور حضرت مولانا منت اللہ رحمانی بھی، مولانا عبید اللہ سندھی بھی تھے اور اشفاق اللہ خان بھی، چندر شیکھر بھی تھے اور رام پرشاد بسمل بھی، مولانا ابوالکلام آزاد بھی تھے اور موہن داس کرم چند گاندھی بھی، کھودی رام بوس بھی تھے اور مولانا حسرت موہانی بھی، آزاد ہند فوج کے نیتا جی سبھاش چندر بوس بھی تھے اور کرنل محبوب بھی، شاہ نواز بھی تھے اور مولانا شفیع داؤدی بھی، مولانا مظہر الحق بھی تھے اور جواہر لال نہرو بھی، کس کس کا ذکر کروں اور کس کو چھوڑوں، سب کی قربانیاں تھیں، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ مسلمان اس جدوجہد میں ۱۷۵۷ء سے شریک تھے اور دوسرے ۱۸۵۷ء سے، ہماری قربانیاں ایک سو سال پہلے سے جاری تھیں، لیکن جب ملک آزاد ہوا تو سب سے پہلے ہم ہی بھلا دیے گیے، بھلانے کا یہ کام اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ ان شہیدوں کی یاد میں جو آثار قائم تھے ان کا نام بھی بدلا جا رہا ہے اور یہ سب اس ملک میں ہو رہا ہے، جس کی جمہوریت دنیا کی بڑی جمہوریت ہے، اور ہم جس پر فخر کرتے نہیں تھکتے۔

آج جب ہم تہتر واں جشن جمہوریت منا رہے ہیں تو ہمارے ملک میں جمہوریت دم توڑ رہی ہے، جمہوریت کے چاروں ستون انتظامیہ مقننہ، عدلیہ اور میڈیا جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے جو کچھ اور جتنا کچھ کر سکتے تھے، وہ ہو نہیں پا رہا ہے، مقننہ میں ایک خاص فکر کے لوگوں کا غلبہ ہو گیا ہے، بیوروکریٹ اور انتظامیہ بھی اسی رخ پر کام کر رہی ہے جو حکمراں طبقہ چاہتا ہے، الناس علی دین ملوکھم کا یہی مفہوم ہے، میڈیا بک چکی ہے، وہ نہ تو غیر جانبدار ہے نہ حق کی طرفدار، اب وہ صرف وہی لکھتا چھاپتا، سناتا اور دیکھاتا ہے جو اس کے خریدار کہتے ہیں، رہ گئی عدلیہ، بھلی بُری توقعات اسی سے وابستہ ہیں، اور واقعہ یہ ہے کہ اب جمہوریت کی بقا کے لیے اسی کو کام کرنا ہے، ورنہ سمجھئے جمہوریت کا کام اس ملک سے تمام ہو جائے گا، جس کی آواز مختلف سطح سے ہندو راشٹر کے عنوان سے مسلسل اٹھ رہی ہے اور بی جے پی کی اصلی قیادت کرنے والی آر اس اس نے اسی سمت میں کام تیزی سے شروع کر دیا ہے، دھرم سنسد میں مسلمانوں کے قتل عام کے لیے لوگوں کو تیار کیا جا رہا ہے، اسلحے تقسیم کیے جا رہے ہیں، تاریخ بدلی جا رہی ہے، اقدار بدلے جا رہے ہیں، تعلیمی پالیسی بدل گئی، بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر ہو رہی ہے، گیان واپی مسجد اور متھرا کی عیدگاہ پر فرقہ پرستوں کی نگاہ ہے، ایسے میں جمہوریت اس ملک میں انتہائی نازک دور سے گزر رہی ہے۔

اس دم توڑتی جمہوریت کی حفاظت کے لیے عوام کو آگے آنے کی ضرورت ہے، لیکن وہ اس لیے آگے نہیں آ پا رہی ہے کہ اسے ہندوتوا کا سبق مضبوطی سے پڑھایا گیا ہے، پرانے لوگ ضرور سیکولر ہیں، لیکن نئی نسلوں میں مختلف ذرائع سے دل ودماغ میں مسلمانوں کے خلاف جو نفرت بھر دی گئی ہے اس کے رہتے ہوئے جمہوریت کی حفاظت ممکن نہیں، تھوڑی بہت امید دلت مسلم اتحاد سے ہے، وہ بھی وقوع پذیر ہو تب کی بات ہے۔

اردو کے لیے عملی اقدام

بہار میں اردو تحریک کی تاریخ انتہائی قدیم ہے، اس تحریک کے نتیجے میں ہی آج اردو بہار کی دوسری سرکاری زبان ہے، آج بھی اردو کارواں، اردو میڈیا فوم، اردو ایکشن کمیٹی، حلقہ ادب، اردو فارسی ایکشن کمیٹی، کاروان ادب، کاروان اردو، اردو کونسل بہار تنظیمیں اور انجمن ترقی اردو وغیرہ کے نام سے مختلف تنظیمیں اردو کو زمینی اور سرکاری سطح سے زمین پر لانے کے لیے کام کر رہی ہیں، اردو اساتذہ کی تنظیمیں اس کے علاوہ ہیں، ان تمام میں آپسی ربط نہیں ہے اور کئی تنظیمیں اپنے طور پر کام کو آگے بڑھانا چاہتی ہیں، اس لیے ان کی آواز میں دم پیدا نہیں ہو رہا ہے اس انتشار واختلاف نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہماری آواز سرکاری سطح پر بھی بے جان ہے اور اس کے اثرات جس پیمانے پر دکھائی دینے چاہیے نہیں دکھ رہے ہیں۔ قرآن کریم میں اسی لیے آپسی جھگڑوں سے منع کیا ہے اور فرمایا کہ اگر تم لڑتے رہے تو تحریک ناکام ہو جائے گی اور ہوا اکھڑ جائے گی یعنی تمہارا رعب ودبدبہ ختم ہو جائے گا۔

اس درمیان بڑی اچھی خبر مظفر پور سے آئی ہے، عبد السلام انصاری وہاں کے ضلع تعلیمی افسر ہیں، انہوں نے سرکاری سطح پر عملی اقدام کر کے ہمیں بتایا کہ کام اس طرح کیا جاتا ہے، ۲۰۱۲ء میں انہوں نے ضلع پروگرام افسر مظفر پور کی حیثیت سے سولہ سو اردو اساتذہ کی بحالی کا اعلان نکلوایا تھا، جس پر بحالی کا عمل آج بھی چل رہا ہے، انہوں نے عالم وفاضل کی ڈگری والوں کو بھی پرموشن دیا اور اردو اسکولوں میں بڑی تعداد میں اردو ہیڈ ماسٹر کا تقرر کیا، پوری ریاست میں مظفر پور پہلا ضلع ہے جہاں فہرست تعطیلات اردو میں سرکاری طور پر اردو میں دستیاب ہے، جو دوسرے اضلاع کے لیے بھی نمونۂ عمل ہے۔ یقیناً اس میں مظفر پور کی قومی اساتذہ تنظیم کی محنت کا بھی دخل ہے، اس کے لیے یہ حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اگر اسی طرح اردو تنظیمیں دوسرے اضلاع میں بھی جدوجہد کریں اور سرکاری سطح پر دباؤ بنائیں تو اردو کا بہت کام ہو سکتا ہے، لیکن اس کے لیے مربوط لائحۂ عمل بنانا ضروری ہوگا اور یہ بھول جانا ہوگا کہ اتحاد کا مطلب ہمارے بینر تلے کام کرنا ہے، یہ ذہن نشیں کرنا ہوگا کہ اتحاد مشترکہ مقاصد کے متحدہ جدوجہد کا نام ہے۔

شراب-ام الخبائث

بہار میں شراب لانے لے جانے، پینے پلانے پر پابندی ہے، اس کے باوجود شراب اور منشیات کے اسمگلر اس سے باز نہیں آ رہے ہیں، ابھی حال ہی میں کئی مقامات پر زہریلی شراب پینے سے لوگ موت کے منہ میں چلے گیے، سرکار کی جانب سے انتہائی سختی کے باوجود شراب کی سپلائی بہار میں جاری ہے، اور پولیس کا عملہ اس پر قابو نہیں پا رہا ہے۔ شراب ام الخبائث ہے، یہ سارے گناہوں کی جڑ ہے، انسان اس کے زیر اثر آنے کے بعد کچھ بھی کر گذرتا ہے، حال ہی میں پانی پت کے گاؤں چبلا داس سے ایک خبر آئی تھی کہ شراب کے لیے پیسے نہ دینے کی وجہ سے ایک لڑکا نے اپنے باپ کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا، باپ کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے شراب کے لیے پیسہ نہ دینے کے ساتھ اپنے بیٹے امیت کو جس کی عمر صرف بتیس سال تھی، کچھ نصیحت کر دیا تھا اور ایک طمانچہ بھی لگا دیا تھا، بیٹا انتظار میں تھا، ۲۴رگھنٹے کے بعد جب راج کپور اسٹیشن کی طرف ٹہلنے نکلا تو بیٹے نے اس پر پیچھے سے وار کر دیا اور اس وقت تک پتھر مارتا رہا جب تک اس کی موت نہیں ہو گئی۔

شراب کی وجہ سے جرم کا کوئی یہ پہلا واقعہ نہیں ہے، اخبار میں اس قسم کی خبریں روزانہ آتی رہتی ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ شراب اور دیگر منشیات سے نوجوانوں کو بچانے کے لیے بیداری مہم چلائی جائے اور اس کے مضر اثرات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ شراب نوشی اور دیگر منشیات کا استعمال انسانی صحت اور صالح سماج کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے، تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپاک اور شیطانی عمل قرار دیا ہے، اگر ہم اس شیطانی عمل سے سماج کو بچا سکے تو یہ اس دور کا بڑا اور قابل قدر کام ہوگا۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ

حضرت الاستاذ، مولانا ضیاء الرحمٰن پتونویؒ: یادیں ان کی، باتیں ان کی

✍: محمد شبلی القاسمی قائم مقام ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

انسانی زندگی کے بعض ایام جس طرح نتیجہ کے اعتبار سے بڑے اہم اور بیش بہا ہوتے ہیں اسی طرح اس کے بعض لمحات یادوں کے اعتبار سے بڑے پُر بہار ہوتے ہیں، اسی یادگار ایام میں طالب علمی کا بھی زمانہ ہے، اس کا ہر دن نئے نشونما اور نئی یادوں کا سدا بہار پیغام ہوتا ہے، ان یادوں میں بڑی یاد اس زمانہ کے اساتذہ اور معلمین کی مشفقانہ تعلیم وتربیت سے وابستہ ہوتی ہے، ہر اساتذہ کی نرالی شان، جداگانہ انداز تدریس وتعلیم اور دیکھ ریکھ کا منفرد طریقہ ذہن ودماغ کے پردے پر یادگار بن کر ابھرتے اور قلب وروح کو تسکین بخشتے رہتے ہیں۔

میں نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں ایک بڑے اصول پسند، سخت گیر استاد جناب عبدالجلیل صاحب مرحوم سے حاصل کی، ناظرہ قرآن پاک اور اردو کی مبادیات کا علم ان سے سیکھا، ایک دن انہوں نے حکم دیا، اب فارسی کی تعلیم کے لیے تم کو مدرسہ حسینیہ (دار العلوم پروہی، پتونا واسراہی) میں داخلہ لینا ہے، میرے ساتھ چلو گے میں داخلہ کرادوں گا، اس وقت میری عمر کوئی نو دس سال کی رہی ہوگی، استاد کا حکم مادر وپدر کو سنایا، اس زمانہ میں استاذ کے مشورے کو گارجین بہترین تعاون اور قیمتی رہنمائی سمجھتے تھے اور طلبہ بھی اساتذہ کی اتباع میں اپنی کامیابی اور سعادت سمجھتے تھے، اس حکم ومشورہ کو گھر والوں نے اہمیت اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور طے شدہ پروگرام کے مطابق پروہی مدرسہ میں داخلہ کے لیے چل پڑا، استاد آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے چل رہا تھا، کچھ اپنے مکتب کے چھوٹنے کا قلق اور کچھ اگلی تعلیم حاصل کرنے کی خوشی کے ٹکراتے جذبات کا اثر قدم اور چہرہ پر ایسا نمایاں تھا جسے بآسانی محسوس کیا جاسکتا تھا، خیر وہاں داخلہ ہوگیا، اس وقت وہاں اچھی صلاحیت اور مشفقانہ مزاج کے کئی اساتذہ تھے، اتفاق ایسا کہ ان میں تین منفرد کمالات اور اعلیٰ اخلاق وکردار کے اساتذہ ایک ہی بستی پتونا سے تعلق رکھتے تھے، جن میں ایک بڑے خوش مزاج، خوبرو اور لانبے قد کے تیز طرار، خوب محنتی اور تگ ودو کرنے والے استاد حضرت مولانا محمد ضیاء الرحمٰن قاسمی تھے، سلیم الطبع، طلبہ سے شفقت ومحبت میں دوسروں سے ممتاز، ہر دلعزیز اور مقبول استاد تھے، سیدھے سادھے مسلمان، اینچ پینچ سے کوسوں دور، فطری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ کثرت سے پان کھانے کی وجہ سے ماشاء اللہ ہمہ دم سرخ لب، اپنی تحریکی زندگی اور سرعت گامی کی وجہ سے مثل خورشید ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے کے مانند، وقت کے پابند، محنت سے پڑھانے کے عادی، خوش کلام، خوش گلو، اللہ! وہ کیسے استاد تھے، کتنے نیک تھے، کیسا زمانہ تھا، کس طرح اپنی ذمہ داریوں کے اعتبار سے جوابدہ تھے، مدرسہ میں مولانا کی خدمات ہمہ جہت تھی، وہ تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیم گاہ اور طلبہ کی سہولیات کے لیے بھی بڑے فکرمند، منتظمین مدرسہ کے دست وبازو بن کر تعلیمی اوقات کے علاوہ اوقات میں مدرسہ کے استحکام اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے صرف فرماتے رہے، اس مقصد کے لیے انہوں نے مستقل اسفار کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔

مولانا تیز گامی سے پیدل چلنے کے عادی تھے، بے تکلف اور سادہ زندگی گذارنا ان کی فطرت میں شامل تھا، جب بھی ملاقات ہوتی خیریت معلوم کرتے، دعائیں دیتے، سلام کرنے میں سبقت لے جاتے، مولانا اپنی انہیں اوصاف کی وجہ سے نہ صرف اپنے تلامذہ؛ بلکہ اپنے تمام جاننے والوں میں مقبول ومحبوب تھے، علاقہ میں آپ کی شخصیت غیر متنازع تھی، اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے، دوسروں سے اپنے ذاتی کاموں میں مدد لینا پسند نہیں فرماتے تھے، میں نے کئی بار اس کا تجربہ کیا، دیکھا کہ بازار سے تشریف لا رہے ہیں ایک ہاتھ میں چھاتا دوسرے ہاتھ میں سامان کا تھیلا اور تیزی سے لپک کر چل رہے ہیں آگے بڑھ کر سلام وکلام سے فارغ ہوکر اپنی سعادت جان کر تھیلا مانگتا تھا حضرت لائیے! ہم اٹھا لیتے ہیں، لیکن وہ کہتے شرمندہ مت کرو، اللہ تم کو خوش رکھے، والد صاحب کے بارے میں پوچھتے کیسے ہیں، ذاتی حالات معلوم کرتے، ان سے مل کر اور ان کی دعائیں لے کر قلب کو سکون ملتا اور اللہ تعالیٰ کی نصرت کا یقین بڑھ جاتا تھا، کئی بار میرے ساتھ مشکل حالات آئے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ وہ میرے لیے فکرمند نہ رہے ہوں اور مسلسل دعائیں نہ کی ہوں، وہ جب بھی ملتے میرے ساتھ ساتھ بعض دوسرے شاگردوں کا بھی تذکرہ کردیتے، ان کی خواہش رہتی تھی کہ ہمارے تلامذہ اور متوسلین خدمت دین اور اشاعت علوم نبویہ کو ہی مشغلہ بنائیں، غیر ضروری اِدھر اُدھر کی چیزوں میں اپنے وقت کو ضائع نہ کریں، میں نے ان سے اسّی کی دہائی میں تعلیم پائی یہ میرا بچپنا تھا لیکن وہ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک ایک شفیق استاد کی طرح پیش آتے اور دعائیں دیتے رہے، اکثر فرماتے: بیٹے! تم کو دیکھ کر قلبی سکون ملتا ہے، اللہ تعالیٰ تم سے اور کام لے، مولانا ذکر واذکار کے پابند اور دنیا کی آلائشوں سے دور تھے، وہ مقامی سیاست اور توڑ جوڑ میں کبھی نہیں رہے، اپنی دنیا آپ دیکھی، میں نے کئی بار دیکھا بعض لوگوں نے اپنی نادانی میں سر عام سخت وست کہدیا؛ لیکن مولانا مسکراتے رہے اور بزرگوں کے طرز پر عفو ودرگذر کرتے اور دعائیں دیتے آگے بڑھ گئے، آہ! اب کہاں ہیں ایسے لوگ؟ کہاں ہیں ایسے نمونے کے استاد؟ مولانا کھاتے پیتے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، زمین، جائداد کے مالک تھے، لیکن اپنی بول چال اور رہن سہن سے اسے کبھی ظاہر نہیں ہونے دیا، بڑے متواضع اور منکسر المزاج شخص تھے، ان کی چلتی پھرتی زندگی اپنے آپ میں تلامذہ کے لئے طریقۂ عمل، نقش راہ اعلیٰ تربیت کی شاہ کار تھی، مختصر یہ کہ وہ سراپا اخلاص، متواضع، ہر دم رواں دواں، محنت کش، عالم باعمل، اخلاق وکردار میں بلند، عالی ظرف اور اپنے شاگردوں سے بے پناہ محبت رکھنے والے استاد تھے، جواب ہمارے درمیان نہ رہے، انہوں نے اپنے آبائی وطن پتونا، بستی، ضلع مدھوبنی میں ۱۹۴۲ھ کو مولوی منشی عبداللطیف کے گھر میں آنکھیں کھولیں اور ۱۴؍نومبر ۲۰۲۱ء شام چھ بجے ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کرلیں، دوسرے دن پیر کے روز بعد نماز ظہر اپنے گاؤں کے قبرستان میں سپرد خاک ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا نے جن اساتذہ سے تعلیم پائی وہ نہ صرف ملک کے معروف، ماہر فن علماء تھے بلکہ وہ سب اخلاص وللّٰہیت، صدق وصفا اور تقویٰ وطہارت میں روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت تھے، وہ اساتذہ اپنے وقت کے صاحب نسبت اکابر علماء میں شمار ہوتے تھے، حضرت مولانا سعید صاحب، حضرت مولانا عتیق احمد صاحب، چندرسین پوری، فخر المحدثین حضرت مولانا قاری فخر الدین صاحب، حضرت مولانا شبیر احمد خاں صاحب، حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب اور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی رحمہم اللہ جیسے شہرۂ آفاق اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، اور ۱۹۶۵ء میں دار العلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، تصوف وطریقت میں حضرت شیخ زکریاؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے برگزیدہ بزرگوں سے سبق لیا۔

فراغت کے بعد ہی تدریسی خدمات میں لگ گئے، شہر پٹنہ میں بھی فقیر واڑہ سبزی باغ میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دی، کچھ دنوں بعد اپنے اساتذہ کے مشورہ سے مدرسہ حسینیہ دار العلوم پروہی، پتونا واسراہی تشریف لے گئے اور ۲۰۰۷ء تک وہاں کامیاب استاد کی حیثیت سے مردم گری کا اہم کام انجام دیتے رہے، اس وقت ہندوستان کے علاوہ دنیا کے کئی ممالک میں ان کے تلامذہ تعلیم اور دعوت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، افسوس کہ مولانا کے وصال سے یہ پورا خطہ ایک عالم ربانی سے محروم ہوگیا، اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی قبر کو اپنی رحمتوں سے بھر دے، آمین۔

مولانا کے وارثین میں تین صاحبزادے بقید حیات ہیں، الحمد للہ سب حافظ وقاری اور عالم دین ہیں، بڑے صاحبزادے جناب مولانا سلمان قاسمی دار العلوم دیوبند میں نہ صرف میرے رفیق درس رہے، بلکہ ہم طعام وہم قیام بھی رہے، ماشاء اللہ والد صاحب کی نسبت اور اپنی رفاقت کو یاد رکھتے ہیں، دوسرے صاحبزادے جناب مولانا محمد رضوان قاسمی ہیں جو میرے عزیز ہیں، کئی نسبتیں ان کو قربت کی حاصل ہیں، والد صاحب کی نسبت کے علاوہ پٹنہ میں کافی دنوں مقیم رہے اور طبیہ کالج قدم کنواں پٹنہ سے حکمت اور طب یونانی کی تعلیم پائی، لکھنے، پڑھنے کا ذوق ومزاج رکھتے ہیں، ملت کی تعلیمی معاشی اور سماجی پسماندگی دور کرنے کی فکر وسعی کرتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے میں ان سے بہت مانوس رہتا ہوں اور میری دعائیں ان کے ساتھ رہتی ہیں، تیسرے صاحبزادے جناب حافظ محمد حسان مظہری صاحب ہیں، تینوں بھائی خلیق اور محنت کش ہونے کے ساتھ صالح فکر اور مثبت افکار ونظریات کے حامل اور جہد مسلسل کے عادی ہیں اور کہنا چاہیے کہ الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔

کتابوں کی دنیا

✍: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

نقوش آگہی

محمد وارث حسن کے اصلی اور وارث ریاضی کے قلمی نام سے اہل علم وادب کی دنیا میں مشہور اور معارف اعظم گڈھ کے حلقۂ قارئین میں خاص طور سے مقبول ومعروف شاعر، ادیب، ناقد اور محقق کا وطن سکٹا علاقہ دیوراج مغربی چمپارن ہے، ۲؍اکتوبر ۱۹۴۹ء کو شیخ اسماعیل بن شیخ عنایت حسین کے گھر پر اس عالم گیتی میں آنکھیں کھولیں ۱۹۶۵ء میں دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، بہار اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ سے اردو فارسی میں فاضل اور بہار یونیورسٹی مظفر پور سے فارسی زبان وادب سے ایم اے کیا، فرسٹ ڈویزن حاصل کرنے والوں میں تین ہی ان سے آگے بڑھنے کی ہمت جُٹا پائے، زمانہ دراز تک دار العلوم بسوریا کے استاذ اور ذمہ دار رہے، حرف آرزو (۲۰۱۲) نقوش افکار (۲۰۱۶) اور نقوش آگہی (۲۰۲۱) میں منظر عام پر آئی، نقش آرزو زیر طبع ہے اور دیار حرم کا سفرنامہ ''چند دن دیار حرم میں'' اور مشاہیر کے خطوط ''پیام شوق'' کے نام سے زیر ترتیب ہیں، شاعری، نثر نگاری کے ساتھ اس عمر میں تحقیق کا کرب جھیلتے رہتے ہیں، ان کی عمر دیکھیے اور حوصلہ دیکھیے، ہم جیسے لوگوں کو تو یہ سب دیکھ کر کم عمری میں ہی پسینہ آنے لگتا ہے۔

''نقوش آگہی'' مولانا وارث ریاضی کے مقالات ومکتوبات کا مجموعہ ہے، مقالات میں تحقیق کا عمل دیکھنے کی چیز ہے، بلکہ نئی نسل کو اس سے سبق لینے کی ضرورت ہے کہ تحقیق اس طرح کرتے ہیں، بہار میں قاضی عبدالودود کے بعد تحقیق کا عمل کمزور پڑا ہے، پی اچ ڈی کے نام پر جو تحقیق ہو رہی ہے وہ یا تو قینچی کا عمل ہے یا بقول گوپی چند نارنگ، دفتیوں کے بیچ کچھ اوراق لکھے ہوئے ہوتے ہیں، ایسے میں وارث ریاضی کی تحقیق اس رسم کہن کو بچائے ہوئے ہے، جس میں جاں سوزی اور جاں کاہی کرکے چیونٹی کے منہہ سے دانہ دانہ جمع کیا جاتا تھا۔

تین سو بیس صفحات کی اس کتاب کا انتساب دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ کے ترجمان معارف کے نام ہے، جس نے مولانا وارث ریاضی کو پرورش لوح وقلم کے جذبہ والہانہ سے سرشار کیا، کتاب کا مقدمہ ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی نے لکھا ہے، مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی نے ''اپنی بات'' کہی ہے اور ''عرض مصنف'' میں وارث ریاضی صاحب نے ان آٹھ مقالوں کا تعارف اس طرح کرایا ہے کہ قاری اس کے مندرجات تک جلد از جلد پہونچنے کے لیے بیتاب ہوتے ہیں، یہ مقالات حضرت جگر مرادآبادی کی شاگردی کا مسئلہ حقیقت کے آئینے میں، عمرہا باید کے مرد پختہ کار آید چنیں حضرت مولانا سید نظام الدینؒ کی شاعری ایک تجزیاتی مطالعہ، بہار کی ایک قدیم دینی درسگاہ، درست گفت محدث کہ قوم از وطن است، استدراک، سرہند شریف کا ایک مبارک سفر، کیسے ہوتے ہیں وہ خط جن کے جواب آتے ہیں، موضوعات کا پتہ چلتا ہے، عمرہا باید کے مرد پختہ کار آید چنیں، درست گفت محدث، اور استدراک نظریہ قومیت پر مولانا حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کے دریان جو اختلاف تھا اس پر ہے بہار کی قدیم درسگاہ میں جامعہ اسلامیہ قرآنیہ سمرا مغربی چمپارن کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

مکتوب بنام مشاہیر میں دس لوگوں کے نام خطوط ہیں، یہ خطوط مسرور حسین، پروفیسر جگن ناتھ آزاد، عطا عابدی، مولانا ضیاء الدین اصلاحی، ف، س اعجاز، خلیق انجم، مولانا محمد عمیر الصدیق ندوی، پروفیسر ریاض الرحمٰن خان شیروانی، خورشید اکبر اور ابرار رحمانی کے نام ہیں، جو سب کے سب علم وفضل کے ماہ نجوم ہیں، یہ مکتوبات بھی علمی، تحقیقی ہیں، ان میں وارفتگی قلب ونظر کا اظہار کم ہے تحقیق کی شمع اس طرح روشن کی گئی ہے کہ بہت ساری چیزیں جو تاریکی میں تھیں روشنی میں آگئی ہیں۔

تیسرا باب ''بغیر لفظ باب'' کے رشحات نقد ونظر ہے، جو اصلا مصنف کی کتاب نقوش افکار پر لکھے گیے، تبصروں کا مجموعہ ہے، یہ کل چودہ تبصرے ہیں، حوصلہ افزائی اور ذرہ نوازی کے لیے ایک نمبر پر اس حقیر کی تحریر کو جگہ دی گئی ہے جو نقیب میں شائع ہوئی تھی، البتہ مولانا وارث ریاضی صاحب اور پروف ریڈر راجو خان پر اللہ رب العزت کی محبت اس قدر غالب ہے کہ میرا نام فہرست اور مضمون دونوں جگہ ثناء اللہ لکھ دیا گیا ہے، اللہ بڑا نام ہے، مگر مجھ جیسے گناہ گار کے نام کا وہ جز نہیں بن سکا، بڑے بھائی ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ مرحوم سے قافیہ ملانے کے چکر میں والد صاحب نے میرا نام محمد ثناء الہدیٰ رکھ دیا، اور اسی نام سے بندہ لوگوں میں جانا جاتا ہے۔

میرے علاوہ جن لوگوں کے تبصرے اس کتاب میں شامل ہیں، ان میں پروفیسر ریاض الرحمٰن خان شیروانی، نوشاد منظر، مولانا غطریف شہباز ندوی، راجو خان، ڈاکٹر محمد طارق ایوبی ندوی، اسعد اللہ، مولانا عمیر الصدیق ندوی، شکیل رشید، پروفیسر فاروق صدیقی، ڈاکٹر رضاء الرحمٰن عاکف، ثناء اللہ ثنا دوگھروی، ڈاکٹر مجیر احمد آزاد، ظفر حسین کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں، ان حضرات نے نقوش افکار کے دروبست اور خوبیوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر غطریف شہباز ندوی نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ ''یہ مجموعہ مقالات زبردست علمی تحقیقات وافادیت سے مملو ہے اور پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ تین سو بائیس صفحات پر مشتمل اس مجموعہ کی قیمت تین سو روپے ہے، دار المصنفین اعظم گڈھ، بک امپوریم سبزی باغ، اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے کتاب مل سکتی ہے، میں اس تبصرہ کو مولانا عمیر الصدیق ندوی کے ان دعائیہ کلمات پر ختم کرتا ہوں، مولانا نے لکھا ہے کہ ''اس کتاب کے مضامین اور مکاتیب کو پڑھ کر دل سے یہی دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اردو ادب وشعر کی صلاح وفلاح اور علم کی مقصدیت اور اس کی اصل افادیت ونافعیت اور ادب کی بقاء ترقی واستحکام کے لیے وارث ریاضی صاحب کی حیات وخدمات میں برکات کی بارش کرتا رہے، زخموں کی مہر وماہ سے علم کے بام پر جشن چراغاں وہ یوں ہی بناتے رہیں۔'' (آمین)

Scanned with CamScanner

قسط نمبر-۲۸

حجۃ الاسلام الامام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ: بحیثیت خطیب

☆حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھار کھند☆

معجزاتِ انبیاء کا تقابلی جائزہ لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”**جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو اب سنئے!** کہ جب پیدائش محبت مرتبۂ حق الیقین سے متعلق ہوئی، تو بالضرور اس بات کا اقرار لازم ہوا کہ ستون مذکور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا علم درجۂ حق الیقین کو پہنچ گیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جیسے یقین میں اس مرتبہ سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں۔ ایسے ہی کمالات روحانی کی نسبت اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر کسی کو میسر نہیں آتا؛ کیوں کہ ارواح اور کمالات روحانی ایسے مخفی ہیں کہ بجز ارباب بصیرت ومکاشفہ اور کسی کو اس کا حصول متصور نہیں؛ مگر ظاہر ہے کہ ارباب بصیرت واصحاب مکاشفہ ہونا ایسا کمال ہے، جس کے کمال ہونے میں بجز احمق اور کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔

الغرض عصائے موسوی اگر اژدہا بن کر چلا، دوڑا، تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں، سبھی یہ کام کرتے ہیں، کچھ سانپوں کے مرتبہ سے بڑھ کر کوئی کام نہیں، اور ستون محمدی اگر فراق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں رویا، تو اس کا رونا محبت کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتا ہے، جو بجز مرتبۂ حق الیقین متصور نہیں آسکتا۔ اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزۂ موسوی کو معجزۂ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ نسبت باقی نہیں رہتی۔

اور سنئے! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں، جتنا گوشت وپوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے۔

کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں، سب پہاڑوں اور پتھروں اور زمین ہی سے نکلتے ہیں، پر کسی کے گوشت پوست سے کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا۔

علاوہ بریں ایک پیالی پانی پر دست مبارک رکھ دینے سے انگشتانِ مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست مبارک منبع البرکات ہے اور یہ سب جسم مبارک کے کرامات ہیں۔ اور سنگ موسیٰ سے زمین پر رکھ دینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے، تو اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہے، کہ خداوند عالم بڑا قادر ہے۔

اور سنئے! اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک ایک جا ٹھہرا رہا، یا کسی اور نبی کے لیے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا، تو اس کا ماحصل بجز اس کے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت، سکون عارض ہوگیا ہو، یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت معکوس وقوع میں آئی۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں، جتنی یہ بات دشوار ہے کہ چاند کے دوٹکڑے ہو گئے؛ کیوں کہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہے اور سکون کسی جسم کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں؛ بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لیے اور اسباب کی حاجت ہوتی ہے، ایسے ہی حرکت کے لیے بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہے اور سکون کے لیے کسی اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (مباحثہ شاہجہانپور: ۵۰ تا ۵۲)۔

اسلام ایک کھرا سونا ہے:

پنڈت دیانند سرسوتی نے جب رڑکی میں اسلام کے خلاف نہایت غلیظ زبان کا استعمال کر رہے تھے حضرت نانوتویؒ اپنے شاگردوں کے ساتھ پہونچ کر نہایت مدلل رد فرماتے رہے اور آخری دن آپ نے خود تقریر فرمائی جس کا تذکرہ مولانا اسیر ادروی کی زبانی سنئے!

فرماتے ہیں: پورا شہر حضرت نانوتویؒ کی تقریر کے لئے بیتاب ہی تھا، اعلان کے بعد ہر طرف سے عوام ٹوٹ پڑے، آپ نے رڑکی کی موجودہ فضاء کے پیش نظر اسلامی عقیدوں کو عقل اور فطرت انسانی کے کڑے سے کڑے معیار اور کسوٹی پر رکھ کر دکھانا ضروری سمجھا اور فرمایا کہ اسلام ایک کھرا سونا ہے جسے مدبرینِ عالم ہمیشہ سے پرکھتے آئے ہیں اور مستقبل میں بھی دنیا کے ذہین ترین افراد اپنی اپنی عقل کی میزان پر اسے تولیں گے لیکن ان کو ہر بار یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ اسلامی اصولوں کی برتری دوسرے ادیان باطلہ کے مقابلہ میں ہر شک وشبہ سے بالا ہے اور اس کی تعلیمات افضل واعلیٰ ہیں۔ اور ان کو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام کے اصولوں کو کسی ایسے غیر مرئی ہاتھ نے بنایا ہے جس کی مٹھی میں فطرتِ انسانی کے تمام راز ہیں۔

حضرت نانوتویؒ نے تین دنوں تک مسلسل وعظ فرمایا، مسلمان، ہندو، عیسائی، بڑے انگریز افسرانِ سول وفوج جو رڑکی میں تھے وہ ان وعظوں میں شرکت کرتے رہے، آپ نے مذہب کی حقانیت پر ایسے ایسے عقلی، تجرباتی مشاہداتی دلائل وبراہین بیان فرمائے کہ غیر مسلم کافی دیر کے لئے حیرت زدہ رہ گئے پنڈت دیانند کے تمام اعتراضات کے جوابات ایسے دل نشین انداز میں دیئے کہ مخالف کو بھی اس سے مجال انکار نہیں تھا، توحید ورسالت کے مفید ومؤثر مضامین کا بیان ایسا ایمان افروز تھا کہ بہت دنوں تک لوگوں کو یاد رہا، ان تین دنوں کی تقریروں میں حضرت مولانا نانوتویؒ نے تمام اہل مذاہب پر ظاہر کردیا کہ اب بغیر اسلام لائے عذاب آخرت سے نجات ممکن نہیں ہے، حجت الٰہی قائم ہوچکی ہے۔ (حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم نانوتویؒ حیات اور کارنامے: ۲۱۱ تا ۲۱۲)

حکایات اہل دل

✍: مولانا رضوان احمد ندوی

کلام ربانی اور کتاب الٰہی کا ایک حصہ مختلف قسم کے واقعات وقصص پر مشتمل ہے جس کا بنیادی مقصد خوابیدہ دلوں کو بیدار کرنا اور انسان کو اعلیٰ اخلاق وکردار سے مزین کرنا ہے، اسی طرح انبیاء وصلحاء کے سبق آموز حکایات ہیں، تاکہ بندگان خدا کو ان کے نقش پا پر چلنے کی توفیق نصیب ہو، اسی حکمت ومصلحت کے پیش نظر ہفتہ وار نقیب میں ”حکایات اہل دل“ کے عنوان سے پیغمبروں اور بزرگوں کے واقعات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا گیا، جنہیں ہمارے قارئین بیحد پسند کر رہے ہیں اور حوصلہ افزا کلمات سے نوازتے ہیں، اس سلسلہ میں یہاں چند واقعات ذکر کئے جاتے ہیں۔

رکانہ پہلوان کا دلچسپ واقعہ

عرب میں ایک پہلوان تھے رُکانہ ان کا نام تھا وہ بڑے زبردست پہلوان تھے اور مشہور یہ تھا کہ یہ ایک آدمی ایک ہزار سے مقابلہ کرسکتا ہے، بہت ہی قوی تھے، ان کے بدن کے وزن کی یہ کیفیت تھی کہ اونٹ ذبح کرکے اس کی کھال بچھادی جاتی اور رکانہ اس پر بیٹھتے اور نوجوانانِ عرب اس کھال کو کھینچتے تو وہ کھال ٹوٹ جاتی یا پھٹ جاتی، مگر وہ حصہ جنبش نہیں کھاتا تھا جس پر رکانہ بیٹھے ہوتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا اور فرمایا رکانہ آخرت آنے والی ہے کیوں اپنی عمر ضائع کر رہے ہو اسلام قبول کرلو اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجاؤ، انہوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو نہ کوئی عالم وفقیہ ہوں، نہ سمجھ دار، میں تو ایک پہلوان ہوں مجھ سے کشتی لڑلو، اگر آپ نے مجھے پچھاڑ دیا تو میں آپ کا دین قبول کرلوں گا، آپ نے فرمایا بسم اللہ وہ لنگوٹ کس کر آگیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آستین چڑھا کر میدان کشتی میں آگئے، ایک دو داؤں اور پیچ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہاتھ سے اس طرح اٹھایا جیسے کوئی چڑیا کو اٹھایا ہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے زمین پر رکھ کر چھاتی پر بیٹھ گئے اور فرمایا ”رکانہ“ اب کہو مگر رکانہ کو یقین نہیں آیا کہ میں پچھڑ گیا ہوں، کیوں کہ کسی نے آج تک اسے پچھاڑا ہی نہیں تھا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح سے پچھاڑا کہ اتنی وزنی لاش کو ایک ہاتھ سے اٹھایا اور آہستہ سے رکھ دیا اس نے کہا کہ کیا میں پچھڑ گیا ہوں، مجھے تو یقین نہیں آیا ایک دفعہ اور کشتی لڑو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بسم اللہ پھر آپ نے ایک دو داؤں پیچ کے بعد کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھایا اور آہستہ سے زمین پر رکھ دیا، فرمایا اب بتاؤ یہی شرط تو ٹھہری تھی کہ اگر تم پچھڑ گئے تو اسلام قبول کرلوگے اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو آپ کے بدن کی طاقت تو ہے نہیں، کہ میری لاش کو چڑیا کی طرح نچادی، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اندر کوئی چیز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس اندر ہی والی چیز کی دعوت دے رہا ہوں، بدن کی دعوت نہیں دے رہا ہوں، تو پھر رکانہ نے اسلام قبول کرلیا اور اسلام میں پختہ ہوگئے اور بڑے بڑے کام بھی کئے۔

اس کے بعد ایک مرتبہ بہت سے چور آئے اور رات کو بیت المال سے بہت سے اونٹ چرا کر چلتے بنے، صبح کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! ان کے پیچھے دوڑو رکانہ نے کہا کہ میں تنہا کافی ہوں، چور رات ہی میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے معلوم نہیں کتنی دور چلے جاچکے ہوں گے رکانہ دوڑ پڑے اور راستہ میں ان کو تھام لیا اور کہا کہ سامان اور اونٹ لے کر واپس چلو، چنانچہ ان کو پکڑ کر لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سزائیں دیں، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کے دل میں حق آجاتا ہے مگر تعصب حائل ہوجاتا ہے اگر نہ ہو اور واقعی حق طلبی ہے تو حق ضرور کھل جاتا ہے۔

اسلام گھر کر گیا

مظفر نگر میں آریوں کا اور مسلمانوں کا ایک مناظرہ ہوا ہوا، یہ انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت کا واقعہ ہے، شروع میں ایسے قصے بہت چھیڑے جاتے تھے تاکہ ہندو مسلمانوں میں تفریق اور نزاع پیدا ہو جائے، اس مناظرے میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت مولانا شاہ انور صاحبؒ بھی تھے، یہ حضرت شیخ الہندؒ کی جوانی کا زمانہ تھا آپ کو اللہ نے وجاہت بھی دی تھی اور حسین وجمیل بھی تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے کھڑے ہوکر کچھ فرمایا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو چھوٹے مولوی ہیں اگر بڑے بڑے کھڑے ہوں گے تو کیا حال ہوگا، ایک نے کہا کہ ان کا چہرہ دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسلام حق ہے اگر چہرہ دیکھ کر میں اسلام قبول کرتا تو آج میں اسلام قبول کرلیا، تو بعضوں کے دل نرم ہوگئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا تقویٰ وطہارت خود ہی ذریعہ بن جاتا ہے حق تک پہنچنے کا اسی طرح سے مسلمان جب ہندوستان تشریف لائے تو سندھ کی طرف سے آئے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ وہ جب بازاروں سے گذرتے تھے گو ان کا معمولی پوشاک بدویانہ تھا، مگر چہروں پر نور ایمان تھا ان کو دیکھ کر ہزاروں آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ چہرے جھوٹوں کے چہرے نہیں ہیں، ان کے چہروں پر سچائی برستی تھی، انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا، مگر پھر بھی دیکھنے والوں کے دلوں میں اسلام گھر کر گیا اگر شفقت کے ساتھ دل میں تقویٰ وطہارت بھی ہو تو اس کا اثر ہوتا ہے اور زبان سے بھی نہیں کہنا پڑتا اور اثر ہوجاتا ہے۔

ایک صاحب دل بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ صاحب تھے، وہ بیمار پڑ گئے، شہر کے حاکم نے ان کے علاج کے لئے ایک آتش پرست ڈاکٹر کو بھیجا، ڈاکٹر نے بزرگ صاحب سے پوچھا، بتائیے آپ کا دل کیا چاہتا ہے، انہوں نے کہا کہ یہی کہ تو اسلام قبول کرلے، ڈاکٹر نے کہا اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو کیا آپ اچھے ہوجائیں گے، بزرگ نے کہا ہاں! کیوں نہیں، چنانچہ اس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا، سارا قصہ شہر کے حاکم کو معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ میں نے ڈاکٹر کو مریض کے پاس بھیجا تھا، اب معلوم ہوا کہ میں نے مریض کو ڈاکٹر کے پاس بھیج دیا تھا۔

اس واقعہ سے واعظین کو سبق لینا چاہئے کہ ان کی نصیحت رائگاں کیوں جاتی ہے وہ چونکہ خود عمل سے عاری ہوتے ہیں اس لئے ان کی نصیحت، بے سود ثابت ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

اختلاف رائے کے اصول وآداب

ڈاکٹر وارث مظہری

اختلاف انسانی فطرت کا خاصہ اور اس کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک ہے۔اسے انسانی زندگی سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔قرآن کہتا ہے:''یہ لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے سوائے ان لوگوں کے جن پر آپ کا رب رحم فرمائے'' (ہود:۱۱۸) علامہ الشریف الجرجانی نے اختلاف (الخلاف) کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:''حق کے اثبات اور باطل کے ابطال کے لئے دوفریقوں کے درمیان جو بحث ومباحثہ ہو اس کا نام اختلاف ہے''۔اسلام میں تعمیری اختلاف سے منع نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔چناں چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب مشہور حدیث ہے:اختلاف امتی رحمۃ۔''میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے''اس حدیث کی سند اگرچہ کمزور ہے لیکن اپنے معنی کے لحاظ سے وہ قوی ہے اور اسلاف نے اس سے استدلال کیا ہے،علمائے اسلاف میں سے بعض جلیل القدر شخصیات کے اقوال سے بھی اس حدیث کے معنی ومراد کی وضاحت ہوتی ہے۔حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں:''اگر صحابہ کرام اختلاف نہ کرتے اور ایک رائے ہوجاتے تو لوگ تنگی میں مبتلا ہوجاتے''معروف تابعی ابواسحاق سبیعی کا قول ہے: ''اہل علم اس وسعت کو دین میں مدد تصور کرتے تھے''اس کی مزید وضاحت ابن قدامہ حنبلی کے اس جملے سے ہوتی ہے: ''اہل علم کا اتفاق حجت قاطعہ ہے اور ان کا اختلاف رحمت واسعہ ہے''

علماء واصحاب فضل کے اس قبیل کے متعدد اقوال ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اختلاف اگر اپنی حدود میں، حسن نیت اور تعمیری مقصد سے ہو تو وہ امت کے حق میں سراسر رحمت اور خیر کا باعث ہے۔تاہم اس ضمن میں اختلاف اور افتراق کے فرق کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔اختلاف کا مطلب ہے رائے اور فہم کا اختلاف۔اس بنیاد پر عمل میں بھی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے لیکن یہ اختلاف دلوں کو بانٹنے والا،اجتماعیت میں خلل ڈالنے اور انتشار پیدا کرنے والا نہیں ہوتا جب کہ''افتراق''دراصل فرقوں اور گروہوں میں بٹ جانا ہے جس کی اسلام میں مذمت کی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی ''ستفترق هذه الامة على ثلاث وسبعين فرقة'' (ابوداؤد:۹۳)یا اسی طرح قرآن میں کہا گیا:''تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ جو باہم اختلاف وافتراق میں مبتلا ہوگئے''(آل عمران:۱۰۵)

اسلام فکری روایت میں اصولی طور پر اختلاف کی دو بڑی قسمیں کی گئی ہیں:اختلاف محمود ومقبول اور اختلاف مذموم ومردود۔

اختلاف محمود کی اہم خصوصیات یہ ہیں

وہ صحیح نیت اور قصد سے کیا جائے،اس کا مطلوب ومقصود صرف جستجوئے حق اور تلاش معرفت ہو۔اختلاف کرنے والے کے پیش نظر کوئی ذاتی غرض نہ ہو۔اختلاف کے عمل میں عصبیت اور عناد کو کوئی دخل نہ ہو۔مجتہد فیہ امور میں اختلاف کرنے والا شخص خود کو حق کا اجارہ دار تصور نہیں کرتا ہو بلکہ وہ یہ گمان رکھتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ دوسرا فریق ہی حق پر ہو اور وہ غلط موقف پر قائم ہو۔حدیث میں جس اختلاف کو رحمت بتایا گیا ہے وہ یہی اختلاف ہے۔اسلام میں اس اختلاف کو نہ صرف یہ کہ پسندیدہ قرار دیا گیا ہے بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔

صحابہ کرام اور سلف صالحین کے درمیان عموماً اختلاف کی نوعیت یہی تھی۔اس لئے وہ امت کے حق میں سراسر رحمت ثابت ہوا۔اس سے شریعت کے احکام میں وسعت وگنجائش پیدا ہوئی اور آسانی کا راستہ کھلا جو شریعت کا مقصود ومطلوب ہے کیوں کہ رسول اللہ کی حدیث کے مطابق''دین آسان ہے''الدین یسر (بخاری:۳۹)عمر بن عبدالعزیز اور بعض دوسری اکابر شخصیات کے جو اقوال ابھی گزرے، وہ دراصل اسی اختلاف کی مدح میں ہیں۔فقہاء مجتہدین کے درمیان پایا جانے والا اختلاف اسلام میں اختلاف محمود کی روایت کی عظیم الشان مثال ہے۔اختلاف محمود کا محرک صرف حق کا حصول ہوتا ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ حق کس کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔اس اختلاف کی شناخت یہ ہے کہ اس سے اتحاد واجتماعیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، چنانچہ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں جب خیر غالب تھا، امت کے درمیان مختلف امور میں کثرت سے اختلافات ہوئے لیکن چندے استثنا کے ساتھ اسلامی اجتماعیت اپنی جگہ برقرار ومحفوظ رہی،لیکن بعد کے زمانوں میں امت کے اندر اختلاف محمود کی جگہ اختلاف مذموم نے لے لی جس نے امت کو زوال وانتشار کے دہانے پر کھڑا کردیا۔

اختلاف مذموم کا قرآن کی مختلف آیات میں ذکر کیا گیا ہے

''پھر جماعتیں آپس میں اختلافات میں مبتلا ہوگئیں''(مریم:۳۷)''تمہارا رب ان کی اس بات کا قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا جس میں وہ اختلاف کررہے ہیں''(یونس:۹۳)اختلاف مذموم کی خصوصیات اختلاف محمود کی ان خصوصیات کے برعکس ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا۔اختلاف مذموم کے پیچھے صرف نفسانی خواہش اور ذاتی غرض کارفرما ہوتی ہے۔حق کی تحقیق وجستجو کے بجائے اس کا مقصد صرف اپنی انا کو غالب رکھنا ہوتا ہے جب کہ قرآن میں واضح طور پر اس سے باز رہنے کی تاکید کی گئی ہے:''تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کیوں کہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی'' (ص:۲۶)اسی معنی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا:''الخلاف شر'' یعنی اختلاف سراپا شر ہے(ابوداؤد) یہ اختلاف برائے اختلاف ہوتا ہے جس کو مخالفت کے لفظ سے تعبیر کرسکتے ہیں۔

علامہ ابوالبقا کفوی نے 'اختلاف' کو اختلاف محمود اور 'خلاف' کو اختلاف مذموم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے اختلاف محمود ومذموم کی زمرہ بندی کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

''اختلاف یہ ہے کہ مقصد ایک ہی ہو خواہ اس کے راستے مختلف ہوں اور خلاف (بمعنی اختلاف مذموم) یہ ہے کہ مقصود اور طریق کار دونوں مختلف ہوں۔اختلاف (اختلاف محمود) کی بنیاد دلیل پر ہوتی ہے جب کہ خلاف (اختلاف مذموم) کوئی (مضبوط) دلیل نہیں ہوتی۔اختلاف آثار رحمت ہے اور خلاف آثار بدعت میں سے ہے''۔

اپنے الفاظ میں ہم اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ مقصود اور غایت میں اتحاد کے ساتھ وسائل وذرائع میں اختلاف ہو اور خلاف یہ ہے کہ وسائل ومقاصد دونوں الگ الگ ہوں۔خلاف کے اندر نزاع، انتشار اور حقیقی افتراق وعلاحدگی پائی جاتی ہے،جب کہ اختلاف میں لفظی فرق ہوتا ہے نہ کہ حقیقی۔

اختلاف مذموم سے ہی''تفرق''(گروہوں میں بٹ جانا) پیدا ہوتا ہے جس سے قرآن کی متعدد آیات میں منع کیا گیا ہے،موجودہ دور میں اس اختلاف مذموم سے امت کے مختلف طبقات میں کش مکش کی کیفیت پیدا ہوئی اور اس سے سامنے آنے والی تشدد پسندی کی صورت حال سے اسلامی اجتماعیت پارہ پارہ ہورہی ہے۔

اختلاف کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ اختلاف اس خلوص نیت سے کیا جائے کہ حق واضح اور بے غبار ہوکر سامنے آجائے خواہ وہ اپنی زبان سے ہو یا اپنے مخالف کی زبان سے۔وہ تعمیر کی نیت سے کیا جائے نہ کہ تخریب کی نیت سے۔ قرآن کے مطابق اختلاف کے لئے نہایت خوشگوار طریقہ (قرآن کے لفظ میں''احسن'') اختیار کیا جانا چاہئے۔ خوشگوار طریقہ یہ ہے کہ ایسا طرز اختیار نہ کیا جائے جس سے فریق مخالف کے جذبات میں اشتعال پیدا ہو جیسے طنز وتمسخر، دوسروں کے سامنے مخالف کی کمزوری کا اظہار اور مدعا میں جارحانہ اور تشدد آمیز اسلوب اختیار کرنا وغیرہ۔اختلاف رائے کے اظہار میں حکمت وموعظت کا اسلوب اختیار کیا جانا چاہئے۔کسی مرحلے میں اگر اپنی رائے کی کمزوری واضح ہوجائے تو ضروری ہے کہ حق کا اعتراف کرلیا جائے۔خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ کرنا محض انانیت اور کبر کی علامت ہے جو اسلام کی نگاہ میں سخت ناپسندیدہ ہے۔اختلاف کرنے والے کو اس بات سے اختلاف کرنا چاہئے جو اس کی نظر میں اصولی اور واضح طور پر غلط ہو لیکن فریق مخالف کی جو باتیں حق کے خلاف نہ ہوں ان کا اعتراف کرنا اور ان کو قبول کرنا چاہئے۔جس طرح ایک صاحب علم واجتہاد کی تمام باتوں کو قبول کرلینا اور انہیں سو فیصد برحق تصور کرنا غلط ہے کہ یہ مقام خدا کے بعد صرف رسول کو حاصل ہے،اسی طرح اس کی مستند باتوں سے انکار محض عناد اور جہالت کی علامت ہے۔اختلاف،تواضع اور لچک کے ساتھ کیا جائے لیکن اظہار حق میں مداہنت سے کام نہ لیا جائے۔اسی طرح فریق مخالف سے اسی وقت تک بحث ومباحثہ ضروری ہے جب تک کہ پیش کی جانے والی رائے سے تعلق رکھنے والے تمام پہلو مکمل وضاحت کے ساتھ سامنے نہ آجائیں۔تمام پہلوؤں کی حتی الوسع وضاحت وتصریح کے بعد بحث کو یک طرفہ طور پر ختم کردینا چاہئے۔چاہے فریق مخالف کا ذہن مطمئن ہو یا نہ ہو۔اپنی بات کو منوا لینے کی کوشش کا انجام کبھی مثبت نہیں ہوتا۔وہ نزاع کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔قرآن میں مشرکین کے اس روے کی ان الفاظ میں مذمت کی گئی ہے:''وہ اپنے حق کے بارے میں جھگڑتے ہیں جب کہ حق اچھی طرح واضح ہوچکا ہے''(الانفال:۴۶)۔

صحابہ وتابعین کے درمیان اختلاف کے مظاہر اوران کا طرز عمل

صحابہ کرام پاک نفس وپاک باز شخصیت کے مالک تھے جو رسول اللہ کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ تھا،تاہم صحابہ کرام کے مابین مختلف امور ومعاملات میں بہت سے اختلافات کے واقعات پیش آئے لیکن عموماً یہ اختلاف ادب کے دائرے سے باہر نہیں نکلے۔سب سے بڑا اختلاف رسول اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کے مسئلے پر ہوا لیکن حضرت ابوبکر کی اس دلیل کو قبول کرتے ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مطابق، خلیفہ قریشی ہوگا (مسند احمد:۲۳۲۹) اصحابہ کی جماعت نے اپنا اختلاف ختم کردیا اور ابوبکر کی خلافت پر راضی ہوگئی۔ایک دوسرا بڑا اختلاف زکاۃ دینے سے انکار کرنے والوں کے بارے میں ہوا۔خود حضرت عمر جو حضرت ابوبکر کے بعد صحابہ میں دوسری عظیم ترین شخصیت کے مالک تھے،صرف زکاۃ سے انکار کی بنیاد پر جنگ وجدال کو درست نہیں سمجھتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ کے ساتھ صحابہ کرام کی اس جماعت نے جو اس معاملے میں حضرت عمرؓ کے موقف کی مؤید تھی،اپنے موقف سے رجوع کرلیا اور اختلاف اتحاد میں بدل گیا۔

ان کے علاوہ سینکڑوں اختلافات وہ ہیں جن کا تعلق فقہی احکام سے ہے:عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکات، معاملات میں لین دین، خرید وفروخت وغیرہ۔اسی طرح نکاح وطلاق، وراثت اور اس طرح کے دیگر بہت سے معاملات میں صحابہ کے درمیان نظری اختلافات پائے جاتے تھے جن میں سے بعض اختلاف کی نوعیت شدید ترین تھی۔مثلاً: حضرت عمر وعبداللہ ابن عمر اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کو جائز تصور نہیں کرتے تھے، حضرت ابوطلحہ روزے کی حالت میں ادلہ کھانا اور حضرت حذیفہ سورج نکلنے سے کچھ پہلے تک جبکہ روشنی پوری طرح پھیل چکی ہو، سحری کھانے کو جائز سمجھتے تھے، چاروں خلفاء راشدین کے درمیان بہت سے مسائل میں نظریاتی اختلافات موجود تھے،لیکن اس کے باہمی تعلقات پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوا۔حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ بن مسعود کو علم اور دینی تفقہ وبصیرت کا لبریز پیالہ (كنيف ملئى علما وفقها) کہتے اور سمجھتے تھے لیکن دونوں شخصیات کے درمیان تقریباً سو مسائل میں اختلافات پائے جاتے تھے (طہ جابر علوانی، ادب الخلاف)۔حضرت عبداللہ ابن عباس اور زید بن ثابت کے درمیان وراثت کے بعض مسائل میں اتنے شدید اختلافات تھے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ جو لوگ مجھ سے اختلافات کرتے ہیں وہ اور میں سبھی جمع ہوکر اللہ سے دعا کریں اور گڑگڑائیں اور کہیں کہ جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو۔لیکن ابن عباس کا احترام حضرت زید بن ثابت کے تعلق سے یہ تھا کہ ایک مرتبہ انہیں تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو سواری کی رکاب تھام لی اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔حضرت زید نے کہا کہ اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے آپ اسے چھوڑ کر ہٹ جائیں اور ایسا نہ کریں۔حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کریں۔اس پر حضرت زید نے کہا: آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ حضرت ابن عباس نے ہاتھ آگے کیا جسے حضرت زید نے فوراً چوم لیا اور فرمایا ہم کو اہل نبی کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم اور تعلیم دی گئی ہے (محمد یوسف کاندھلوی: حیاۃ الصحابہ، ج:۳،ص:۳۰)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ علمی وفکری اختلاف کے باوجود ذاتی کے باہمی تعلقات بہت خوشگوار تھے اور امت کو بھی علمی دائرے میں رہتے ہوئے باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور اس کی بنیاد پر تعلقات میں شگاف نہ پڑنے دینا چاہئے۔

Scanned with CamScanner

معاشرہ پر عربی درسگاہوں کے اثرات

مولانا رضوان احمد ندوی

مدارس دینیہ دنیا کے سارے مسلمانوں کے لئے مینارہ ہدایت کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ جہاں علم وفن کا گہوارہ ہیں، وہیں دعوت فکر ونظر کو نئی جہت و وسعت عطا کرنے والے منبع وسرچشمہ بھی ہیں، تاریخ گواہ ہے کہ ماضی میں ان مدارس سے دین کے ایسے ایسے مجاہد وداعی پیدا ہوئے جنہوں نے مذہب کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنوں کا مقابلہ کیا اور مذہب اسلام کی حقانیت کو دلائل کے ذریعہ روشن وتابناک بنایا، اگر یہ مدارس نہ ہوتے تو مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور ان کو دین پر باقی رکھنا دشوار ہوجاتا، اسلئے حضرت مولانا سید ریاست علی ندوی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ قوموں کے عروج اور ترقی میں ان مدرسوں کی بڑی اہمیت ہے، قومیں افراد سے بنتی ہیں اور افراد کی ان کے بچپن ہی سے ذہنی، اخلاقی وروحانی تعلیم وتربیت مدرسوں ہی کے ذریعہ انجام پاتی ہے، اسلئے اگر مدرسے پاکیزہ، ذہنی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات کی درسگاہیں تو ان سے ایسی قوم تیار ہوگی جو زندگی کی صحیح شاہراہ پر چل کر اپنے وجود سے دنیا میں انسانوں کے مقصد تخلیق کو پورا کرے گی (اسلامی نظام تعلیم، ص:۴۶)

انہیں بنیادوں پر ہندستان کے چپہ چپہ میں درجن بھر عربی درسگاہیں قائم ہیں، جن کے نور سے جہالت وبے دینی اور ظلمت وتاریکی کے بادل چھٹ رہے ہیں۔

ڈاکٹر مولانا وارث مظہری نے مجلّہ ترجمان دارالعلوم کے ایک اداریہ میں مدارس کے تاریخی پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ ’’ہندستان میں مدارس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی ہندستان میں سیاسی اور معاشرتی سطح پر مسلمانوں کا وجود تاہم اس کی باضابطہ ابتدا قطب الدین ایبک کے عہدے سے ہوتی ہے۔ مسلم بادشاہوں نے اپنے دور حکومت میں جن چند بنیادی امور پر توجہ دی ان میں مدارس کا قیام بھی ہے۔ مسلم بادشاہوں کی اس سے دلچسپی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک عرب سیاح ومؤرخ القلشقندی کے مطابق، سلطان محمد بن تغلق کے عہد میں صرف دہلی میں ایک ہزار مدارس پائے جاتے تھے۔ (صبح الاعمش ابوالعماس القلشقندی:۵/۶۹)

انگریز سیاح ہملشن نے اورنگ زیب کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صرف ایک شہر میں ۴۰۰/مدارس تھے‘‘ شمس الدین التمش (وفات ۱۲۳۶ء) محمد بن تغلق (وفات ۱۳۵۱) فیروز شاہ تغلق (وفات ۱۳۸۸) اسی طرح خلجی سلاطین (۱۵۳۱ء)-(۱۴۳۶ء) کے عہد ہائے حکومت میں باتفاق مؤرخین لاتعداد مدارس قائم کئے گئے۔ اس ذیل میں سلطان سکندر لودھی کا نام بھی مؤرخین خصوصیات کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مسلم بادشاہوں، شہزادوں اور شہزادیوں نیز نوابوں اور جاگیرداروں کے ذریعہ مدارس کے قیام وسرپرستی کا سلسلہ آخری مغل حکمراں بہادر شاہ ظفر (وفات ۱۸۶۲ء) کے دور حکومت تک یا بالفاظ دیگر ۱۸۵۷ء کے انقلاب تک جاری رہا۔ مغل حکمرانوں میں خاص طور پر اکبر (وفات ۱۶۰۵ء) کے بارے میں مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس نے مدارس کے علاوہ کتب خانے بھی کھولے اور مدارس کے نصاب میں توسیع کرکے اس میں نئے علوم ومضامین کا اضافہ کیا، اسی کے ساتھ غیر مسلموں کے لئے اس نے الگ سے بھی مدارس قائم کئے، تاہم حقیقت یہ ہے کہ عہد وسطیٰ کے ہندستان میں بکثرت غیر مسلم ہندستانی باشندوں کی بالخصوص تعلیم کا بھی ایک اہم ذریعہ یہ مدارس ہی تھے۔ اس کے ثبوت واضح طور پر ملتے ہیں۔ ان مدارس کے فارغین ہندوؤں میں سے باکمال لوگ اہم حکومتی عہدوں پر بھی فائز ہوتے تھے۔ خاص طور پر دور مغلیہ میں اکبر کی سرپرستی میں جو نظام تعلیم رائج ومستحکم ہوا اس میں اسکی کافی ووافر گنجائش تھی۔ مدارس میں ہندوؤں کے پڑھنے کی روایت دور آخر تک قائم رہی، اس کا اندازہ اس مثال سے کیا جاسکتا ہے کہ راجہ رام موہن رائے (۱۸۳۳ء) جنہوں نے ہندو معاشرے کی اصلاح کی زبردست تحریک چلائی وہ ایسے ہی ایک مدرسہ کے تعلیم یافتہ تھے خود دارالعلوم دیوبند جو ہندستان میں ۱۸۵۷ء کے بعد ’’خالص‘‘ دینی مدارس کی تحریک کی بنیاد اور سرچشمہ ہے میں ابتدا میں ہندو بچے بھی پڑھتے تھے۔ (تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد:۱، ص:۱۹۴) برصغیر ہند میں تعلیمی تفریق (دینی ودنیاوی انگریزوں کی دین ہے۔ اس کے بعد صورت حال بلاشبہ مختلف ہوگئی لیکن اسے مسلمانوں کے عہد ہائے گذشتہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ ان عہدوں میں بنیادی طور پر اسی دھارے نے پورے ملک کو سیراب کیا خاص طور پر اعلی تعلیم کے تعلق سے یہی ادارے ملک میں عمومی سطح پر تعلیم کے پھیلاؤ کا ذریعہ بنے عہد ماضی کے حکمرانوں نے جس طرح یونان کے مردہ اور مدفون علوم کو نئی زندگی بخشی، انہیں پھیلایا، عام کیا، ان میں اضافے کئے تا آں کہ یہ علوم یورپ پہنچ کر یورپ کی نشأت ثانیہ کا باعث بنے۔ اسی طرح متوارث ہندی علوم کی سرپرستی بھی انہی مدارس کے توسط سے ہوئی دوسری طرف دنیا کی دوسری قوموں اور ملکوں کے درمیان علمی وثقافتی تبادلے کا ذریعہ وواسطہ یہی مدارس بنے۔ عہد اکبری (عہد مامونی کی طرح ہندوؤں کی مذہبی اور ادبی کتابوں کے جو ترجمے سنسکرت اور ہندوستان کی دوسری زبانوں سے فارسی میں ہوئے۔ اس کو انجام دینے والے کوئی دوسرے نہیں انہی مدارس کے فیض یافتگان تھے (ماخوذ ترجمان دارالعلوم دیوبند، شمارہ نمبر:۱/ستمبر ۲۰۰۵)

تصانیف وتراجم کے علاوہ یہاں کے تربیت یافتہ علماء وفضلاء مسجدوں کے منبر ومحراب سے دعوت حق کی صدا لگاتے ہیں اور مسلمانوں کے اندر دینی حمیت وغیرت کو ابھارتے ہیں، ماضی سے تا حال ان مدارس کے ذریعہ جس طرح بدعت والحاد کا قلع قمع ہوا اور ہو رہا ہے اس کی چند جھلکیاں یہاں پیش کی جارہی ہیں:

(۱) ملک میں عرصہ سے ہندو مسلمان ایک ساتھ رہتے سہتے آرہے ہیں، اس مخلوط معاشرہ کے باعث مسلمانوں کے اندر بھی ہندوانہ رسم ورواج ومشرکانہ اعمال داخل ہونا شروع ہوگیا حتی کہ طرز معاشرت کا رنگ ڈھنگ بدل گیا، چنانچہ ان مدارس کے علماء واصحاب فکر ونظر نے مسلمانوں کو اسلامی تہذیب وثقافت سے آشنا کیا اور جن گھروں میں دیومالائی رسمیں جاری تھیں ان کے نقائص وقباحت بیان کرنے کے بعد اسلامی طرز معاشرت کو اختیار کرنے پر توجہ دلائی جس کے خوشگوار اثرات مسلم معاشرہ پر پڑے۔

(۲) ۱۸۵۷ء کے بعد اس ملک میں انگریزی تہذیب کا غلبہ ہوا، اس نے طاقت اور اقتدار کے نشہ میں چور ہوکر مغربی کلچر کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کے لئے پوری توانائی صرف کردی جس کے اثرات سادہ لوح مسلمانوں پر پڑنے لگے، اس صورتحال کو بدلنے کے لئے انہیں مدارس کے اصحاب بصیرت علماء میدان عمل میں اترے اور مسلمانوں کو فرنگی تہذیب کے مصائب سے واقف کرایا، ان بزرگوں کی کوششوں کے نتیجہ میں سیلاب بلاخیر کے سوراخ بند ہوئے جس کے باعث انگریز حکومت اپنی تہذیب کو مسلمانوں میں مقبول عام بنانے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

(۳) انگریزوں نے غریب مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے مسیحی پادریوں کو آلہ کار بنایا، ان پادریوں نے ملک کے بعض خطوں میں مسلمانوں کو ان کے اپنے مذہب سے دور کرنے کی کوششیں شروع کیں، ان فتنوں کو روکنے کے لئے اسی مدارس کے صاحب فکر ونظر علماء سینہ سپر ہوئے، پورے ملک کا دعوتی دورہ کیا اور جہاں جہاں مسلمان اس کے شکار ہورہے تھے ان کے سامنے اسلامی حمیت کو بیدار کیا اور کہنا چاہئے کہ مسلمان اس فتنہ ارتداد سے محفوظ ہوئے۔

(۴) ملک کے مختلف دینی علاقوں میں آریائی سماج نے غیر مسلموں کی معاونت وحمایت میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے شدھی تحریک چلائی جو ایک بڑے فتنہ کی شکل میں نمودار ہوئی، بعض ہندو سبھا کے لیڈروں نے اعلان کیا کہ اگر مسلمان سمجھانے بجھانے اور نرمی وآشتی سے شدھ نہ ہوئے تو جبر وقوت سے ان کو ہندو بنایا جائے گا، اس کے خلاف اصحاب مدارس اٹھ کھڑے ہوئے اور پورے ہندستان میں پھیل گئے اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ لڑکھڑاتے مسلمانوں کے قدموں کو جمایا اور ان کے ایمان ویقین میں پختگی پیدا کی۔

(۵) انگریزوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت اسلامی شعائر کو نشانہ بنایا اور مسلمانوں میں ہی کچھ ایسے لوگوں کو کھڑا کردیا جو بظاہر اسلام کا نام لے کر اسلام ہی کے شعائر اور مذہبی اعتقادات پر ضرب لگاتے تھے، علماء دین اس کے خلاف سینہ سپر ہوگئے اور اسلامی شعائر کی اہمیت سے مسلمانوں کو واقف کرایا بزرگان دین کی ہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انگریز اپنے مقصد وتدبیر میں کامیاب نہ ہوسکے۔

(۶) جب انگریزوں کے سارے حربے بے کار ثابت ہوتے رہے تو اس نے مغربی مصنفین سے اسلام کے خلاف کتابیں اور مضامین لکھوانے شروع کئے تاکہ مسلمانوں کا جو عقیدہ توحید ہے وہ متزلزل ہوجائے ان کے اس باطل نظرے کے خلاف اکابر علماء مدارس نے تحریر وتقریر کے ذریعہ جواب دیا، کتابچے اور رسائل طبع کرائے، اللہ کے فضل وکرم سے ان علماء کی کاوشوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کا نور ایمان محفوظ رہا۔

(۷) مدارس دینیہ کے فضلاء اور اصحاب علم وفضل سے ہی ہماری مسجدیں آباد ہیں، شہر سے دیہات وقصبات تک جس قدر لوگ اسلام سے آشنا ہیں سب انہیں مدارس کا فیض ہے، ان مدارس سے علم دین کا جو نور پھیلا اس سے معاشرہ بدلا اور مسلمانوں میں اسلامی حیات کے آثار نمایاں ہوئے۔

(۸) اردو زبان ہمارا ملی وتہذیبی ورثہ ہے، اسلامی علوم کی مختلف شاخوں میں بہت بڑا تصنیفی ذخیرہ اردو میں ہے جو اردو وفارسی کے علاوہ اور کسی زبان میں نہیں مل سکتیں، اسلئے تہذیبی حیثیت سے مسلمانوں کو اس سے جذباتی لگاؤ بھی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ قوموں کی زندگی میں تہذیبی اثاثہ کی حفاظت اس کی ترقی کی ضامن ہوتی ہے، اللہ کا فضل وکرم ہے کہ مدارس کے ذریعہ اس کی حفاظت وصیانت کا بڑا کام انجام پا رہا ہے۔

(۹) اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہیں مدارس کے ذریعہ نئی نسل کے دین وایمان کی حفاظت ہوتی ہے اگر مدارس نہ ہوں تو ہمارے بچے اپنی تہذیبی ثقافت کھو بیٹھیں گے اور ارتداد کی راہ پر چل پڑیں گے جس سے نسلیں تباہ ہوں گی، اسلئے بچوں کے تعلیمی مستقبل کے بارے میں ارباب مدارس فکرمند رہتے ہیں۔

(۱۰) نئی قومی تعلیمی پالیسی نے ملک کے سیکولر ڈھانچہ کو متزلزل کردیا ہے اس کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کو اسلامی زندگی سے دور کردیا جائے، اکابر علماء مدارس کی توجہ دلانے کے باوجود مرکزی حکومت اصلاح وترمیم پر توجہ نہ دی تاہم علماء نے ملک گیر سطح پر ابتدائی دینی تعلیم کے لئے مکاتب کے قیام کی تحریک چلائی۔

حالات متقاضی ہیں کہ یہ مدرسے جہاں بھی ہوں ان کو سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اس لئے مسلمان ان مدارس اور دینی درسگاہوں کی قدر وقیمت کو محسوس کریں اور اس کی ترقی واستحکام میں ہر ممکن طریقے سے جدوجہد کریں اور آج کے پرفتن دور میں جہاں اسلامی شعائر کو مٹانے کی تحریکیں اٹھتی اور ابھرتی رہتی ہیں، یہ دینی مدارس ہی ہیں جو زبردست دفاع اور نگہبانی کا کام کررہے ہیں، دینی مدارس کی برکت سے یہاں اسلام زندہ اور تابندہ ہیں، اسپین پر صدیوں تک مسلمانوں کی حکومت رہی مگر جیسے ہی حکومت مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکلی وہاں سے مسلمانوں کا وجود ختم ہوگیا، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں دینی مدارس کا کوئی نظام نہ تھا، اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے ملک میں مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے جس کی حفاظت ونگہداشت کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے، اس لئے جس جگہ مکاتب ومدارس قائم نہیں ہیں وہاں اس نظام کو رائج کریں، دینی تعلیم کی تحریک چلائیں اور ہر مسجد کو تعلیم کا مرکز بنائیں اور بچوں کو دینی واخلاقی تربیت سے آراستہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ ہمارا کوئی گاؤں اور محلہ معیاری مکتب سے خالی نہ ہو ؎

مشکلیں کچھ بھی نہیں عزم جواں کے آگے
حوصلے آہنی دیوار گرا دیتے ہیں

قدیم زمانے میں تعلیم کے لئے مساجد کو مرکز بنایا جاتا تھا، ان کے وسیع صحن کے دائیں بائیں کمرے بنوائے جاتے تھے، جو تعلیم گاہ بھی ہوتے تھے اور طلبہ کے لئے اقامت گاہ بھی- آج بھی ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے کہ مساجد کو تعلیم وتعلیم کا مرکز بنایا جائے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

یواے ای کے وزیر خارجہ شیخ عبداللہ بن زید النہیان نے انڈیا پویلین کا دورہ کیا

متحدہ عرب امارات کے امور خارجہ اور بین الاقوامی کارپوریشن کے وزیر شیخ عبداللہ بن زائد النہیان نے دوبئی ایکسپو 2020 میں انڈیا پویلین کا دورہ کیا، جہاں ہندوستان کے قونصل جنرل ڈاکٹر امن پوری نے ان کا استقبال کیا۔ مسٹر النہیان نے ابوظہبی میں حالیہ دہشت گردانہ حملے میں ہلاک ہونے والے 2 ہندوستانی شہریوں کی المناک موت پر ان سے تعزیت کی۔ (یواین آئی)

پاکستانی سپریم کورٹ میں جسٹس عائشہ ملک پہلی خاتون جج بن گئیں

جسٹس عائشہ ملک پاکستانی سپریم کورٹ کی پہلی خاتون جج بن گئیں، صدر مملکت ڈاکٹر عارف علوی کی منظوری کے بعد وزارت قانون سے ان کی تقرری کی نوٹس جاری ہو چکی ہے، حلف برداری کی تقریب ۲۴ رجنوری کو سپریم کورٹ میں ہوگی، چیف جسٹس گلزار احمد ان سے حلف لیں گے۔ یاد رہے کہ گزشتہ برس 9 ستمبر کو چیف جسٹس گلزار احمد کی سربراہی میں ہونے والے جوڈیشل کمیشن کے اجلاس میں جسٹس عائشہ ملک کے نام پر اتفاق نہ ہو سکا تھا۔ دسمبر 2021 کے آخر میں چیف جسٹس آف پاکستان نے سپریم کورٹ میں پہلی خاتون جج کے لیے ایک بار پھر لاہور ہائی کورٹ کی سینئر جج جسٹس عائشہ ملک کا نام تجویز کر دیا تھا۔ (یواین آئی)

گھانا میں دھماکہ، 20 افراد کی موت

افریقی ملک گھانا کے مغربی علاقے میں کانکنی کے سامان میں دھماکہ ہونے کی وجہ سے کم از کم 20 افراد کی موت ہوگئی ہے۔ نیشنل ڈیزاسٹر منجمنٹ تنظیم کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل سیجی ساجی نے بتایا کہ یہ دھماکہ، کانکنی کے دھماکہ خیز مواد کو لے جا رہے ایک ٹرک کی موٹر سائیکل سے ٹکرانے کے سبب ہوا۔ (یواین آئی)

لائبریا میں بھگدڑ مچنے سے 30 افراد ہلاک

لائبریا کے دارالحکومت منرو ویہ کے مضافاتی علاقہ کریو ٹاؤن میں ایک کھلے چرچ میں بھگدڑ مچنے سے کم از کم 30 افراد کی موت ہوگئی ہے۔ یہ واقعہ بدھ کی رات دیر گئے اس وقت پیش آیا جب ٹھگوں کے ایک گروہ نے چاقو لے کر ساحل سمندر کے علاقے میں مذہبی سرگرمیوں میں شریک سینکڑوں افراد پر حملہ کیا، مرنے والوں میں 11 بچے اور ایک حاملہ خاتون شامل ہیں۔ (یواین آئی)

یوکرین اور روس دونوں ہی ترکی کی ثالثی پر متفق

یوکرین اور روس دونوں متفق ہیں کہ ترکی ان دونوں ممالک کے مابین کشیدگی کو کم کرنے میں ثالث کا کردار نبھا سکتا ہے۔ ترک سفارتی ذرائع کے مطابق ترکی نے نومبر میں یہ تجویز دی تھی، جس پر دونوں ممالک متفق ہیں۔ ترکی اس تناظر میں مذاکراتی عمل شروع کر رہا ہے، لیکن روس نے کہا ہے کہ یہ مرحلہ ابھی ابتدائی سطح پر ہے۔ ترک صدر رجب طیب اردوغان نے کہا ہے کہ وہ فروری میں یوکرین جائیں گے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

کورونا کیسز میں اضافے کے باوجود عمرہ ادائیگی جاری رکھنے کا فیصلہ

سعودی عرب نے کورونا کی نئی لہر میں عمرہ سیزن پر پابندی کے حوالے سے چلنے والی افواہوں کی سختی سے تردید کی ہے۔ وزارتِ حج و عمرہ کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ کورونا کیسز میں اضافے کے باوجود عمرہ ادائیگی پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی، وزارت کے ذرائع نے تصدیق کی کہ ابھی تک عمرہ ادائیگی اور مسجد الحرام و مسجد نبوی میں زائرین یا نمازیوں کی آمد پر پابندی کا معاملہ زیر غور نہیں آیا اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ ہے۔ دوسری جانب جنرل پریزیڈنسی نے بھی افواہوں کی سختی سے تردید کرتے ہوئے کہا کہ زائرین کو کورونا سے محفوظ رکھنے کے لیے ایس او پیز مقرر کی گئیں ہیں، جن پر سختی سے عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

یورپی یونین افغانستان میں سفارتی عملہ تعینات کرے گا

یورپی یونین نے کہا ہے کہ وہ کابل میں اپنے سفارتی عملے کو تعینات کرنے کی کوشش کر رہا ہے، تاکہ امدادی کاموں میں مدد مل سکے۔ خارجہ امور کے ترجمان کے ایک بیان میں البتہ اس امر کو واضح کر دیا گیا ہے کہ افغانستان میں یورپی سفارت کاروں کی موجودگی طالبان کے اقتدار کو تسلیم کرنے کے مترادف نہیں ہے۔ گزشتہ برس اگست میں طالبان کی طرف سے اس وسطی ایشیائی ملک کا انتظام سنبھالنے کے بعد عالمی طاقتوں کی طرف سے امداد رک جانے کی وجہ سے اس ملک میں انسانی بحران شدید ہو چکا ہے۔ (ڈوئچے ویلے جرمنی)

عرب اتحادی افواج کے آپریشن میں حوثیوں کا میزائل لانچنگ پیڈ تباہ

اتحادی فورسز کا یمن میں حوثیوں کے خلاف ٹارگٹڈ آپریشن جاری ہے، فورسز نے البیضا کمشنری میں حوثی باغیوں کے بیلسٹک میزائل لانچنگ پیڈ کو تباہ کر دیا۔ اتحادی فورسز کی جانب سے کہا گیا ہے کہ یمن میں ایران نواز حوثی باغیوں نے یمن کی کمشنری ''البیضا'' میں بیلسٹک میزائل لانچ کرنے کے لیے اڈہ قائم کیا ہوا تھا جہاں سے وہ میزائل حملے کیا کرتے تھے۔ اتحادی فورس کی ایئر کمان نے لانچنگ پیڈ کے مقام کی نشاندہی کرتے ہوئے ٹارگیٹڈ آپریشن کیا اور اسے تباہ کر دیا۔ قبل ازیں اتحادی فورسز نے صنعا میں مقیم شہریوں سے کہا تھا کہ وہ حوثیوں کے کیمپوں سے دور رہیں۔ حملوں کے حوالے سے اتحادی فورس کا کہنا تھا کہ عسکری آپریشن صرف حوثی باغیوں کے خلاف کیا جا رہا ہے، جس میں شہری آبادی یا عوام کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ رہا۔ خیال رہے کہ اس سے قبل پیر کو ابوظہبی میں حوثی باغیوں نے حملہ کیا تھا، جس میں دو ہندوستانی بھی جاں بحق ہوئے تھے، ہندوستان نے اس دہشت گردانہ حملے کی سخت مذمت کی اور کہا ہے کہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو بھی اس کی مذمت کرنی چاہئے۔ (یواین آئی)

تعلیم و روزگار

طلبہ کے لیے چند کارآمد ویب سائٹس

مندرجہ ذیل ویب سائٹس نوکری ڈھونڈنے کے لئے استعمال کی جاسکتی ہیں:

(1)https://in.linkedin.com
(2)https://in.indeed.com
(3)https://www.naukri.com
(4)https://www.monsterindia.com
(5)https://www.careercloud.com

مندرجہ ذیل ویب سائٹس کے ذریعہ آپ آن لائن تعلیم حاصل کر سکتے ہیں:

(1)https://www.coursera.org
(2)https://www.edx.org
(3)https://www.udemy.com
(4)https://www.codecademy.com
(5)https://nptel.ac.in(6)https://unacademy.com

مندرجہ ذیل ویب سائٹس پر آپ اپنی CV مفت ریویو کروا سکتے ہیں:

(1)https://www.resumonk.com(2)https://www.resume.com
(3)https://www.canva.com
(4)https://resumegenius.com
(5)https://excellentcarefoundation.org/cv-builder

مندرجہ ذیل ویب سائٹس پر آپ انٹرویوز کی تیاری کر سکتے ہیں:

(1)https://www.ambitionbox.com
(2)https://www.careercup.com
(3)https://www.indiabix.com

چھ مسلم طالبات اپنے موقف پر قائم ''حجاب مذہبی آزادی اور آئینی حق''

کرناٹک کے وزیر تعلیم بی سی ناگیش نے اپنے ادارے میں ''حجاب کا استعمال نہ کرنے'' کے اصول کے خلاف چھ مسلم طالبات کے احتجاج کو ایک سیاسی اقدام اور سر ڈھانپنے کے لیے کپڑے کے استعمال کو بے نظمی قرار دیا ہے۔ وہیں کرناٹک کے اڈپی میں واقع گورنمنٹ گرلز پری یونیورسٹی کالج نے چھ طالبات کو حجاب پہن کر کلاس روم میں جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس تنازعہ پر ردعمل ظاہر کرتے ہوئے ناگیش نے کہا کہ اس ادارے میں سو سے زیادہ مسلم بچے پڑھ رہے ہیں جنہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ صرف یہی چند طالبات احتجاج کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہیں، اسکولز اور کالجز کو مذہبی مراکز میں تبدیل نہیں ہونا چاہیے۔ کلاس روم میں حجاب پہننا بے ضابطگی کے مترادف ہوگا کیونکہ دیگر طلبہ بھی اسی طرح کی رعایتوں کی توقع کر سکتے ہیں۔ دریں اثنا طالبات نے اپنا احتجاج جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، جب تک انہیں حجاب پہن کر کلاسیز میں جانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ واضح ہو کہ کالج کی آٹھ طالبات کالج کیمپس میں کئی دنوں سے احتجاج کر رہی ہیں کہ انہیں یونیفارم کے ساتھ حجاب پہننے پر کلاس رومز میں داخلے سے منع کیا جا رہا ہے۔ ان میں سے پانچ طالبات (II PUC) میں پڑھ رہی ہیں اور تین طالبات (IPUC) میں پڑھ رہی ہیں۔ طالبات حجاب چھوڑنے کے مطالبات کو ٹھکرا رہی ہیں اور اپنے موقف پر قائم ہیں کہ جب تک حکومت انہیں حجاب پہننے اور کلاسیز میں شرکت کی اجازت نہیں دیتی وہ کلاس رومز کے باہر بیٹھ کر احتجاج جاری رکھیں گی۔ ان کا کہنا ہے کہ حجاب پہننا ان کی مذہبی آزادی اور آئینی حق ہے۔ وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ یہ فیصلہ 1985 میں اسکول ڈویلپمنٹ اینڈ مینجمنٹ کمیٹی نے کیمپس میں یونیفارم کے حوالے سے کیا تھا۔ اب تک تمام بچے مذکورہ اصول کی پیروی کر رہے ہیں۔ کوئی بھی ادارہ ہو، اگر وہ کوئی قاعدہ بنائے تو جو طلبہ و طالبات پڑھنا چاہتے ہیں ان کے لیے اس پر عمل لازم ہے۔ اس اصول کی پیروی ہو رہی تھی اور وہ اطالبات اچانک کیوں بدل گئیں؟ ناگیش نے سوال کیا کہ ان دنوں مذہبی آزادی کہاں گئی تھی؟ یہ سیاسی سوال ہے، اگر دوسرے اپنی مرضی کے مطابق لباس پہننا شروع کر دیں تو کیا ہوگا؟ کیا ہمیں انہیں اجازت دینی ہوگی، طلبہ آدھے لباس میں آئیں گے، تو کیا ہمیں انہیں اجازت دینی ہوگی؟ اگر اچھی چیزوں کو اچھی سوچ کے ساتھ نافذ کیا جائے تو ہم حمایت کریں گے، اگر وہ اس کے برعکس کر رہے ہیں تو اس کی حمایت کیسے کی جا سکتی ہے؟ کیا وہ ان دنوں اپنی مذہبی آزادی اور آئینی حقوق سے واقف نہیں تھے؟ یہ سب انتخابات سے صرف ایک سال پہلے شروع کیا گیا ہے، ہم اس معاملے پر حکومتی سطح پر فیصلہ کریں گے۔ (بحوالہ نیوز۔18)

بیت المال امارت شرعیہ کے لیے اکاؤنٹنٹ کی ضرورت

امارت شرعیہ کے شعبہ بیت المال میں ایک اکاؤنٹنٹ کی ضرورت ہے۔ امیدوار کی تعلیمی لیاقت کم از کم بی کام (B.Com.) ہونی چاہئے، اس کے ساتھ ساتھ وہ ٹیلی (Tally) اور ایکسیل (Excel) پر اکاؤنٹنگ کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں، نیز انکم ٹیکس قانون کی جانکاری رکھتے ہوں اور انہیں اکاؤنٹنگ میں کم از کم تین سال کا تجربہ ہو۔ وہ امیدوار جن کے پاس ان خصوصیات کے ساتھ بیچلر آف بزنس ایڈمنسٹریشن (BBA) کی ڈگری بھی ہو ان کو ترجیح دی جائے گی۔

خواہش مند امیدوار اپنی درخواست اپنے پورے بایوڈاٹا اور تعلیمی اسناد کے ساتھ مندرجہ ذیل ای میل پر ۳۰ رجنوری ۲۰۲۲ء تک بھیج سکتے ہیں۔

nazimimaratshariah@gmail.com

قائم مقام ناظم امارت شرعیہ

Scanned with CamScanner

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

طلبہ کی تعلیمی نگرانی اور آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں مدارس: حضرت امیر شریعت

مورخہ 15 جنوری 2022 روز سنیچر کو صبح نو بجے سے امتحان کمیٹی وفاق المدارس الاسلامیہ امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ کی ایک میٹنگ آن لائن زوم پر زیر صدارت امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب منعقد ہوئی، میٹنگ کے شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ پورے ملک میں 33 فیصد بچوں نے لاک ڈاؤن کے دوران معاشی مسائل کی وجہ سے تعلیم ترک کر دی ہے، نیز تعلیمی سرگرمیوں کے بند کی وجہ سے بچوں کی علمی صلاحیت پر بہت بُرا اثر پڑا ہے۔ مدارس کے طلبہ بھی اس منفی اثر سے بچ نہیں سکے ہیں، اس لیے جو مدارس بھی آن لائن تعلیم کا نظم کر سکتے ہیں وہ ضرور کریں۔ امتحان کو بالکل ملتوی کرنے کے بجائے مدارس کھلنے کے بعد امتحان ضرور لیا جائے، اس سے بچوں کے اندر دلچسپی قائم رہے گی اور وہ آن لائن تعلیم میں بھی شریک ہوں گے اور گھروں پر رہ کر محنت کرتے رہیں گے اور تعطیل کے ایام کو امتحان کی تیاری میں لگائیں گے ۔وفاق المدارس الاسلامیہ کے ناظم مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی صاحب نے افتتاحی گفتگو کرتے ہوئے میٹنگ کی غرض وغایت بیان کی اور کہا کہ آج کی میٹنگ کا مقصد لاک ڈاؤن کے دوران تعلیمی سرگرمیوں کو بحال رکھنے ،طلبہ کے لیے امتحان کے انعقاد اور امتحان کے سوالات تیار کرنے کے تعلق سے غور کرنا ہے۔ انہوں نے وفاق سے ملحق مدارس کی کارکردگی بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس سے پہلے 1441 اور 1442 ہجری میں امتحان نہیں ہو سکا۔ اکثر مدارس میں ششماہی امتحان کی بنیاد پر ترقی دی گئی، بعض مدارس میں آن لائن امتحان ہوا۔ بعض مدارس میں سال لوٹایا گیا۔ ابھی بھی صورت حال یہ ہے کہ اکثر مدارس بند ہیں۔ موجودہ لاک ڈاؤن کے پہلے تک 150 ایسے مدرسے تھے جو طعام وقیام کے ساتھ چل رہے تھے۔ 123 مدرسوں میں ہوسٹل نہیں کھلا تھا لیکن تعلیم شروع ہو گئی تھی۔ سالانہ امتحان 2019 (1440 ہجری) میں دورۂ حدیث تک کے طلبہ نے شرکت کی، شعبۂ حفظ کے 1514، دینیات اول تا پنجم کے 6095 اور عربی اول تا دورۂ حدیث کے 1014 طلبہ نے سالانہ امتحان میں حصہ لیا۔ کل طلبہ جنہوں نے امتحان میں شرکت کی، ان کی تعداد 8623 ہے، موضوع کی مناسبت سے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب، مولانا قاضی محمد انظار عالم قاسمی، نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی، مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی، نائب مفتی مولانا احتکام الحق قاسمی، ناظم امتحان مولانا مفتی انوار احمد صاحب، مولانا محمد عادل فریدی وغیرہ نے قیمتی مشورے دیے۔ اس میٹنگ میں صدر مفتی امارت شرعیہ مولانا مفتی سہیل احمد قاسمی، مولانا نور الحق رحمانی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا احسان الحق قاسمی قاضی شریعت ڈہری اون سون، مولانا مفتی ابوبکر قاسمی، مولانا مفتی شرافت علی ندوی، مولانا احتشام رحمانی، مولانا سعید کریمی بھی شریک رہے۔

تمام لوگوں کے مشورے سے طے پایا کہ مدارس میں آن لائن تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے، اسباق کے ویڈیو بنا کر یوٹیوب پر یا امارت شرعیہ کے چینل پر اپلوڈ کر دیا جائے تا کہ وہاں سے طلبہ اس کو ڈاؤنلوڈ کر کے استفادہ کر سکیں۔ حالات رمضان سے قبل سازگار نہ ہوں تو شوال میں مدارس کھلنے کے بعد امتحان لیا جائے۔ امتحانات کے سوالات بنانے اور تعدیل وغیرہ کے مراحل مکمل کر لیے جائیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ سرکاری گائڈ لائن کے مطابق مدارس کھلنے اور حالات معمول پر آنے کے بعد وفاق المدارس الاسلامیہ کا انتخابی اجلاس اور اساتذہ کی تربیت کا اجلاس بڑے پیمانے پر کیا جائے۔ جس میں بین الاقوامی سطح کے ماہرین تعلیم کو بلوایا جائے، میٹنگ کا آغاز مولانا سعید کریمی رفیق وفاق المدارس الاسلامیہ کی تلاوت سے ہوا اور آخر میں حضرت امیر شریعت مدظلہ کی دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

وزیر اعلیٰ کے سامنے اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کا مسئلہ مضبوطی کے ساتھ اٹھایا جائے

اردو کارواں کی آن لائن میٹنگ میں اتفاق رائے سے فیصلہ، 6 رفروری کو کارواں کے ریاستی ارکان کی آن لائن میٹنگ ہوگی

اردو کارواں نے برسوں سے التواء میں پڑے اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کے مسائل کو وزیر اعلیٰ کے سامنے مضبوطی سے اٹھانے کا اتفاق رائے سے فیصلہ کیا ہے۔ اس کے لئے وزیر اعلیٰ سے ملاقات کرنے کی کوشش کی جائے گی اور وزیر اعلیٰ کو یہ بتایا جائے گا کہ حکومت اگر یہ دیرینہ مسئلہ حل کر دیتی ہے تو اس سے حکومت کو کیا فائدہ ہوگا۔ یہ فیصلہ اتوار کو اردو کارواں کی آن لائن میٹنگ میں کیا گیا۔ میٹنگ کی صدارت امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے کی۔ میٹنگ میں نائب امیر شریعت مولانا محمد شمشاد رحمانی، قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی، صدر اردو کارواں پروفیسر اعجاز علی ارشد، نائبین صدر مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مشتاق احمد نوری، پروفیسر صفدر امام قادری، جنرل سکریٹری ڈاکٹر ریحان غنی، سکریٹری ڈاکٹر انوار الہدی، رکن اردو کارواں مولانا سہیل اختر قاسمی، سی ای او رحمانی تھرٹی جناب فہد رحمانی، نائب ناظم مولانا سہیل احمد ندوی، رکن اردو کارواں مولانا شمیم اکرم رحمانی، سرفراز عالم، مولانا احتشام رحمانی اور محمد عادل فریدی ویڈیو کانفرنسنگ کے توسط سے جڑے رہے۔ میٹنگ میں طئے کیا گیا کہ 6 فروری اتوار کو گیارہ بجے دن میں کارواں کے ریاستی ارکان کی ایک آن لائن میٹنگ کی جائے جس میں آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا جائے اور اردو دستہ کی تشکیل پر بھی غور کیا جائے، اس سے قبل 23 جنوری کو گیارہ بجے عہدیداروں کی ایک آف لائن میٹنگ امارت شرعیہ میں بلائی جائے جس میں اردو کارواں کے اغراض ومقاصد اور طریقہ کار کو حتمی شکل دی جائے۔ میٹنگ میں یہ بھی فیصلہ کیا گیا کہ اردو مترجمین کے امتحان کا جلد رزلٹ جاری کرنے کے لئے اسٹاف سلیکشن کمیشن کے چیر مین سے اردو کارواں کا ایک نمائندہ وفد ملاقات کرے، میٹنگ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امیر شریعت نے امید ظاہر کی کہ جس مقصد کے لئے اردو کارواں بنایا گیا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے کارواں کے تمام عہدیداران اور ارکان خلوصِ سے کام کریں گے اور انہیں اردو آبادی کا بھی تعاون حاصل ہوگا۔ اس سے قبل اپنے ابتدائی کلمات میں اردو کارواں کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر ریحان غنی نے کہا کہ بہار میں اردو کی صورتحال مایوس کن نہیں ہے۔ حکومت اردو کے فروغ کے لئے یقیناً کام کر رہی ہے لیکن کئی ایسے مسائلِ ہیں جو حل طلب ہیں، ان میں ایک بڑا مسئلہ بارہ ہزار اردو ٹی ای ٹی امیدواروں کا ہے جو برسوں سے کٹ آف مارکس میں پانچ فیصد رعایت دے کر دوبارہ رزلٹ جاری کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی علیہ رحمہ نے اردو کو فروغ دینے کے لئے جو خاکہ بنایا تھا اس میں رنگ بھرنے کی ضرورت ہے میٹنگ میں اردو کارواں کے صدر پروفیسر اعجاز علی ارشد، نائبین صدر مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، پروفیسر صفدر امام قادری اور مشتاق احمد نوری اور قائم مقام ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی نے اردو کارواں کو مضبوط بنانے اور اسے فعال کرنے کے لئے ضروری مشورے دیے۔ میٹنگ کا آغاز مولانا شمیم اکرم رحمانی کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا اور آخر میں حضرت امیر شریعت کی دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

مولانا سجاد میموریل اسپتال کی جانب سے فری ماسک اور سینیٹائزر کی تقسیم

اس وقت مولانا سجاد میموریل اسپتال امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے اور حضرت امیر شریعت ثامن مولانا احمد ولی فیصل رحمانی مدظلہ العالی کی قیادت میں بلاتفریق مذہب وملت بہتر طور پر اپنی خدمت انجام دے رہا ہے۔ اسپتال کی جانب سے کووڈ کے پیش نظر حفاظتی بیداری مہم کے پروگرام منعقد کئے جاتے رہے ہیں، ضرورت مندوں کے لئے آکسیجن سلنڈر کی فراہمی بھی کی جاتی ہے، اس کے لیے اسپتال نے وافر مقدار میں آکسیجن سلینڈر اور آکسیجن کنسنٹریٹر کا انتظام کیا ہے۔

اس وقت کورونا کی تیسری لہر نے زندگی کی رفتار کو روک دیا ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اسپتال کی جانب سے ضرورت مندوں اور عام لوگوں کے درمیان مورخہ 20 جنوری 2022 کو بڑے پیمانے پر ضرورت مندوں کے درمیان سینیٹائزر اور ماسک کی مفت تقسیم کا اہتمام کیا گیا۔ اس موقع سے امارت ایجوکیشنل اینڈ ویلفئر ٹرسٹ کے سکریٹری جنرل مولانا سہیل احمد ندوی کے علاوہ ڈاکٹر تقی امام، ڈاکٹر نصرت یاسمین، ڈاکٹر ناہید فاطمہ، ڈاکٹر سید یاسر حبیب، ڈاکٹر فہد نسیم اور ایڈمنسٹریٹر جناب فیاض اقبال صاحب، مولانا مفتی سعید الرحمٰن قاسمی، مولانا مفتی محمد سہراب ندوی، مولانا رضوان احمد ندوی صاحب کے علاوہ دیگر کارکنان امارت شرعیہ ومولانا سجاد میموریل اسپتال موجود تھے۔ ضرورت مندوں نے اس عمل پر خوشی کے ساتھ اسپتال کے ذمہ داروں کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ مولانا سجاد میموریل اسپتال خدمت خلق کے میدان میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہے، ذمہ داروں کا عزم ہے کہ اس طرح کی خدمات کا سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔

فضلاء مدارس کے لیے امارت شرعیہ کے دعوتی وتنظیمی مشن میں شامل ہو کر خدمت کرنے کا سنہرا موقع

لوگوں تک دین کا پہونچانا اور انہیں دین سے جوڑنا نہایت ضروری ہے اور یہ وہ کام ہے، جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بڑی محنت سے کیا۔ اسی طرح مسلمانوں کو تنظیمی اور فکری اعتبار سے منظّم اور مربوط کرنا بھی وقت کی ضرورت ہے۔ یہ سارے کام بحمد للہ امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ پھلواری شریف، پٹنہ کی نگرانی میں علماء وفضلاء کی ٹیم کر رہی ہے۔ امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب نے انہیں کاموں کو وسعت دینے کے لیے اور اس کو امارت شرعیہ کے تمام دائرہ کار میں پھیلانے کے لیے دعاۃ ومبلغین کی نئی ٹیم بحال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس میں سو لوگوں کی بحالی ہو گی۔ امارت شرعیہ نے اس بحالی کا اعلان کر دیا ہے۔ اور فارم بھی اپنی ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر ڈال دیا ہے، تا کہ خواہشمند حضرات فارم پر کر کے اس کام کے لیے تیار ہو جائیں اور جلد سے جلد سرزمین پر کام کو وسعت دی جا سکے۔

ایسے علماء وفضلاء جو بہار، جھارکھنڈ، اڈیشہ و بنگال کے رہنے والے ہیں اور کار نبوت کو سمجھ کر ان کاموں کو انجام دینے کی خواہش رکھتے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ وہ اس کام کے لیے آگے آئیں اور ترجیحی بنیاد پر اس کام کو انجام دیں۔ ہم جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کام کی ذمہ داری علماء اور فضلاء امت کے سر پر آ گئی ہے۔ اس لیے علماء وفضلاء کو اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہئے۔ محنت اور مشغلہ تو ہمارے علماء کے پاس بہت ہے، مگر یہ مشغلہ وہ ہے، جس میں ان کی دنیا اور آخرت دونوں کا فائدہ ہے۔ ہمارے حصہ میں دنیا اور آخرت دونون آ جائے، اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے۔ اس لیے متحرک اور نو جوان علماء کو اس کام کے لیے آگے آنا چاہئے۔ اور با ہوش لوگوں کو بیدار نو جوان علماء کی رہنمائی کر کے اس طرف راغب کرنا چاہئے، تا کہ سرزمین پر یہ کام منظّم انداز میں ہو سکے۔

اعلان داخلہ

مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (MMRM ITI)

ایف سی آئی روڈ، پھلواری شریف، پٹنہ

کے درج ذیل ٹریڈس میں خواہش مند میٹرک پاس طلبہ داخلہ لے سکتے ہیں:

۱۔ڈرافٹ مین سول ۲۔فیٹر ۳۔الیکٹرانکس میکانک ۴۔پلمبر

ذیل میں دیئے گئے نمبرات پر مزید تفصیلات معلوم کر سکتے ہیں۔

رابطہ نمبر: 9304741811,8825126782,9065940134

سہیل احمد ندوی
سکریٹری

Scanned with CamScanner

میانمار: بودھ رہنما خود کو راکھین صوبے میں ایک متبادل حکومت کے طور پر پیش کررہے ہیں

میانمار کی حکمراں فوج کی دیگر مصروفیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی راکھین ریاست میں بودھ نسلی اقلیتی رہنما خود کو ایک موثر سیکورٹی فورس اور موثر حکومت کے طور پر مستحکم کررہے ہیں اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ موجودہ فوجی حکمرانوں کا بہتر متبادل ہیں۔لیکن ریاست کی یہ صورتحال دیگر مسلمانوں کے لیے پریشان کن ہے، کیونکہ انھیں 2017 میں ملیشیا کے قاتلانہ حملے کا منظر یاد ہے،جس میں ہزاروں افراد ہلاک اور سات لاکھ سے زیادہ روہنگیا مسلمانوں کو پڑوسی ملک بنگلہ دیش میں پناہ لینا پڑی تھی۔ایک مقامی اہلکار کے قتل سمیت نسلی بنیادوں پر ان پر مختلف الزامات کا حالیہ سلسلہ انھیں 2012 کے درمیان اس تشدد کی یاد دلاتا ہے جب لاتعداد بے گناہ لوگ مارے گئے، گھروں اور مذہبی عمارتوں کو آگ لگادی گئی اور تیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو اپنے گھروں سے نکال باہر کیا گیا۔حالیہ مہینوں کے دوران، جہاں یکم فروری 2021 میں ایک مقبول عوامی حکومت کے خلاف بغاوت کے بعد اقتدار پر قبضہ کرلیا گیا تھا،فوجی حکمرانوں کو مزاحمت کا سامنا ہے دیگر مقامات پر بڑھتے ہوئے تشدد کے باوجود راکھین کی ریاست میں نسبتاً امن رہا۔اس صورتحال نے بودھ مت کے نسلی گروپ کے لیے راکھین یا اراکان کے نام سے موسوم مسلح ملیشیا کی قیادت سنبھالنے کی راہ ہموار کردی ہے جو 2009 سے ریاست راکھین کی خودمختاری کے لیے لڑ رہی ہے۔گزشتہ سال کے وسط سے یہ اراکان آرمی خود کو راکھین میں ایک متبادل حکومت کے طور پر پیش کررہی ہے اور عوام کو روزمرہ کے معاملات جیسے چوری، ڈکیتی اور زمین کے تنازعات سمت دیگر قانونی مسائل کو حل کرنے کے لیے اپنے پاس آنے کی دعوت دے رہی ہے۔اراکان آرمی کے سربراہ جنرل ٹوان مرات نانگ نے 19 دسمبر کو بنگلہ دیشی خبر رساں ادارے پرتھوما لوالو میں شائع ہونے والے اپنے ایک انٹرویو میں کہا کہ ہم راکھین میں ایک طرح کی انتظامیہ چلارہے ہیں، ہمارا عدالتی نظام بھی بنا ہوا ہے،ہم نے ٹیکس کا نظام بھی قائم کیا ہے۔یہ برما میں کوئی نئی بات نہیں ہے، انہوں نے میانمار کے لیے متبادل نام استعمال کرتے ہوئے مزید کہا کہ مسلح جدوجہد میں شامل تقریباً تمام نسلی گروہ اپنے اپنے علاقوں میں اپنی انتظامیہ چلاتے ہیں۔

وان لارک فاؤنڈیشن کے ایگزیکٹوڈائریکٹر، کھائینگ کاؤنگ سان، جو راکھین میں مختلف گروپوں کے درمیان تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے کام کرتی ہے، نے کہا ہے کہ اراکان آرمی صوبے میں موجودہ حکمرانوں کی غیر موثر حکمرانی کا فائدہ اٹھارہی ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مختلف برادریوں میں سے کوئی بھی موجودہ فوجی حکمرانوں پر اعتبار نہیں کرتا۔جب کچھ غلط ہوتا ہے تو زیادہ تر لوگ اراکان آرمی کے پاس جاتے ہیں تاکہ ان کا مسئلہ مزید خراب ہونے سے روکا جاسکے۔اراکان آرمی مقامی لوگوں میں اپنی ساکھ بنارہی ہے۔پرتھولالوالو کو دئے گئے انٹرویو میں توان مرات نانگ نے کہا کہ روہنگیا اور بدھ راکھین دونوں برمیوں کے خلاف متحد ہیں۔ہم چاہتے ہیں کہ اراکان میں سب ایک ساتھ رہیں۔راکھین ریاست میں زیادہ تر راکھین ،اراکان آرمی کی کارکردگی سے مطمئن ہیں لیکن بعض مسلمانوں کا کہنا ہے کہ وہ ارکان آرمی کی کارکردگی پر مکمل اعتماد نہیں کرتے کیونکہ یہ اراکان اور موجودہ فوجی حکمرانوں کے درمیان اقتدار کی کشمکش ہے۔دیہات کے منتظمین اور مسلمان دیہاتوں کے بزرگوں کو فوجی حکمرانوں نے خبردار کیا ہے کہ وہ اراکان آرمی سے دور رہیں۔مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ ملٹری کونسل اکثر مقامی لوگوں کو باغی قوتوں سے تعلق کے شبہ میں گرفتار کرلیتی ہے اور ان کے خلاف انسداد دہشت گردی کے قوانین کے تحت مقدمہ چلاتی ہے۔بہت سے مسلمان واقعات کی حالیہ لہر سے بھی پریشان ہیں جن میں ایک مقامی سرکاری اہلکار کا قتل بھی شامل ہے،جس پر 14 سالہ مسلمان لڑکے کو حراست میں لیا گیا۔دیگر واقعات میں راکھین خاتون کی عصمت دری کی سازش اور راکھین اور مسلمانوں دونوں کی املاک کو تباہ کرنے کے الزامات شامل ہیں۔

راکھین ریاست بظاہر مستحکم نظر آرہی ہے، لیکن حقیقت میں یہ ایک بم کی طرح ہے جو کسی بھی وقت پھٹ سکتا ہے۔اسٹیوے ٹاون شپ میں رہنے والے ارکان اسٹوڈنٹس یونین کے سربراہ فون پائی فاؤ نے کہا کہ بہت سے پوشیدہ مسائل موجود ہیں۔تشدد کے حالیہ واقعات نے 2012 پیش آنے والے تشدد کے ان واقعات کی یاد تازہ کردی ہے جو ایک برمی خاتون پر تین مسلمانوں کی زیادتی کی افواہ کے بعد پھوٹ پڑے تھے۔

اراکان آرمی اور اس کے سیاسی ونگ یونائیٹڈ لیگ آف اراکان کے رہنماؤں نے حالیہ تشدد کو ''لوگوں میں خوف اور اضطراب پیدا کرنے کی کوشش'' قرار دیا ہے۔ایک باضابطہ بیان میں، گروپ نے ان واقعات کا ذمہ دار کسی کو نہیں ٹھہرایا، لیکن اس نے تحقیقات کرنے اور مقامی لوگوں کو تحفظ فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔جبکہ ایک اور گروپ؛ ارکان نیشنل پارٹی کی سنٹرل ایگزیکیٹو کمیٹی کے یوٹن انگ کاو نے بھی اسی طرح کا پیغام دیا اور وائس آف امریکہ کو بتایا کہ دونوں طرف کے لوگ ہائی الرٹ ہیں کہ 2012 جیسا فرقہ ورانہ تشدد دوبارہ نہ پھوٹ پڑے۔ان کا کہنا تھا کہ بے ایمان لوگ ان واقعات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ ایک مصیبت کھڑی کرنا چاہتے ہیں،لیکن خوش قسمتی سے دونوں کمیونٹی کے قائدین استحکام برقرار رکھنے کی کوشش کررہے ہیں۔

فوج نے ٹاؤن شپ کے داخلی اور خارجی راستوں پر چوکیاں قائم کردی ہیں اور راکھین کو اپنی بستیوں سے باہر سفر کرنے کے لیے متعدد منظوریوں کے ساتھ حکومت کا اجازت نامہ درکار ہوتا ہے،مسلمانوں کا کہنا ہے کہ انہیں دوسری ریاستوں اور علاقوں میں سفر کرنے سے روک دیا گیا ہے۔

بوتھیڈ وانگ ٹاون شپ میں رہنے والے ایک اور مسلمان عادل الملین نے بتایا کہ مسلمانوں کے حالات زندگی سال بہ سال بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو کام نہیں ملتا اور وہ ریڈ کراس کی امداد پر انحصار کرنے پر مجبور ہیں۔انھوں نے بتایا کہ اراکان آرمی کے لوگ ہمارے گاوں آئے تھے اور ہم سے تعاون طلب کررہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اگر ہم کامیاب ہوگئے اور ریاست پر مکمل طور پر کنٹرول حاصل کرلیا تو مسلمانوں کے لیے مواقع پیدا ہوں گے اور انھیں مساوی حقوق مل جائیں گے۔انھوں نے کہا کہ گرچہ ہمیں اراکان آرمی پر اعتماد نہیں ہے لیکن ہم حالات کا جائزہ لے رہے ہیں۔ہم اس فریق کے ساتھ کھڑے ہوں گے جو ہمارے لیے بہتر صورتحال پیدا کرے گا۔ہم اس وقت اراکان آرمی اور فوجی حکمراں دونوں سے ڈرتے ہیں اور دونوں کے احکامات کی پابندی کررہے ہیں کیونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔**(بحوالہ وائس آف امریکہ)**

امریکی تاریخ میں نصرت چوہدری پہلی مسلم فیڈرل جج نامزد

مریکی صدر جو بائیڈن نے ملکی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک مسلمان خاتون ماہر قانون کو وفاقی عدالت کی جج کے عہدے کے لیے نامزد کیا ہے۔ یہ خاتون چوالیس سالہ بنگلہ دیشی نژاد امریکی شہری نصرت جہاں چوہدری ہیں۔صدر جو بائیڈن کی طرف سے نامزد کردہ نصرت جہاں مجموعی طور پر ان آٹھ امریکی ماہرین قانون میں سے ایک ہیں،جن کے نام فیڈرل ججوں کے طور پر تعیناتی سے پہلے توثیق کے لیے امریکی سینیٹ کو بھیجے گئے ہیں۔نصرت جہاں چوہدری کے بارے میں امریکی سینیٹ کو یہ تجویز بھیجی گئی ہے کہ انہیں نیویارک میں فیڈرل کورٹ کے ایسٹرن ڈسٹرکٹ کی عدالت کی جج تعینات کیا جائے۔پیدائشی طور پر بنگلہ دیش سے تعلق رکھنے والی 44 سالہ نصرت جہاں چوہدری شہری حقوق کے تحفظ کی سب سے بڑی امریکی تنظیم امیریکن سول لبرٹیز یونین (ACLU) سے وابستہ ہیں اور الینوئے میں اس تنظیم کے قانونی امور کی ڈائریکٹر ہیں۔الینوئے میں اے سی ایل یو کے لیے اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران دیگر امور کے علاوہ نصرت چوہدری نے قانونی ماہرین کی اس ٹیم کی سربراہی بھی کی،جس کا کام شکاگو میں پولیس کی کارکردگی بہتر بنانے کے لیے تجاویز تیار کرنا تھا۔

صدر جو بائیڈن نے امریکہ میں وفاقی ججوں کے طور پر نامزدگیوں کے لیے جن مزید آٹھ امیدواروں کے نام حال ہی میں امریکی سینیٹ کو بھیجے، ان کو شامل کرکے،ان کے صدر بننے کے بعد سے وفاقی عدلیہ میں مختلف عہدوں پر نامزد کردہ شخصیات کی مجموعی تعداد اب 83 ہوگئی ہے۔ان ماہرین میں بہت سی خواتین بھی شامل ہیں اور کئی ایسے امریکی شہری بھی،جن کا تعلق تارکین وطن کے گھرانوں سے ہے یا جو پیدائشی طور پر امریکی شہری نہیں ہیں۔

نصرت جہاں چوہدری صدر بائیڈن کی طرف سے کسی وفاقی عدالت کی جج کے طور پر نامزد کردہ پہلی مسلمان خاتون اور پہلی بنگلہ دیشی امریکی شہری تو ہیں مگر وہ پہلی امریکی مسلم شہری نہیں ہیں۔نصرت جہاں چوہدری سے قبل گزشتہ برس جون میں صدر بائیڈن نے پاکستانی نژاد زاہد قریشی کو بھی فیڈرل کورٹ کا جج نامزد کیا تھا۔زاہد قریشی کی نامزدگی کی سینیٹ کی طرف سے توثیق کے بعد وہ امریکی تاریخ میں کسی وفاقی جج کے عہدے پر تعینات ہونے والے پہلے مسلمان بن گئے تھے۔ زاہد قریشی کا تعلق پاکستانی تارکین وطن کے ایک گھرانے سے ہے اور انہیں ریاست نیوجرسی میں فیڈرل ڈسٹرکٹ کورٹ کا جج نامزد کیا گیا تھا۔زاہد قریشی کے والد نثار قریشی ایک ڈاکٹر تھے، جو 1970ء میں پاکستان سے ترک وطن کرکے امریکی ریاست نیویارک میں آباد ہوگئے تھے۔وہاں انہوں نے اپنا ایک کلینک کھول لیا تھا اور اپریل 2020ء میں اپنے انتقال تک وہ وہاں مریضوں کا علاج کرتے رہے تھے۔

امریکہ میں کتنے مسلمان بستے ہیں؟

پیو ریسرچ سینٹر کا اندازہ ہے کہ امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد 33 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا کی 32.2 کروڑ کی آبادی میں مسلمانوں کی حصہ داری تقریباً ایک فیصد بنتی ہے۔

پیو ریسرچ سینٹر کا یہ اندازہ بھی ہے کہ سن 2050 تک امریکہ میں رہنے والے مسلمانوں کی تعداد موجودہ سطح سے دوگنا ہوجائیگی۔ایک محتاط اندازے کے مطابق امریکہ میں مقیم مسلمانوں کی تعداد وہاں رہنے والے یہودیوں سے کم ہے،جن کی تعداد 57 لاکھ کے قریب ہے۔وہیں امریکہ میں ہندوؤں کی تعداد 21 لاکھ کے لگ بھگ بنتی ہے۔ ان اعداد و شمار کے مطابق امریکہ میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے زیادہ ہے۔

پیو ریسرچ سینٹر نے اندازہ ظاہر کیا ہے کہ 2040 میں مسلمان امریکہ میں مسیحیوں کے بعد دوسرا سب سے بڑا مذہبی گروپ ہوں گے۔یعنی امریکہ میں آباد مسلم قوم آبادی کے لحاظ سے 25 سال میں یہودیوں کو پیچھے چھوڑ دے گی۔امریکہ میں مسلمانوں کی آبادی کچھ ریاستوں میں اوسط سے زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر نیوجرسی کی طرح کچھ ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تعداد دیگر ریاستوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔پیو ریسرچ سینٹر کا کہنا ہے کہ امریکہ میں 2007 کے بعد سے مسلمانوں کی تعداد میں بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے۔اس کی ایک وجہ ملک میں آنے والے پناہ گزین بھی ہیں۔ 2016 میں امریکہ میں داخل ہونے والے مسلمان پناہ گزینوں کی تعداد اڑتیس ہزار نوسو ایک رہی جبکہ مجموعی طور پر اس مدت میں امریکی حکومت نے پچاسی ہزار پناہ گزینوں کو قبول کیا۔اس کے علاوہ امریکہ میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں، جنہوں نے اسلام بطور مذہب قبول کیا ہے۔ پیو کے مطابق ہر پانچ بالغ امریکی مسلمانوں میں سے ایک ایسا ہے،جس کی پرورش کسی دوسرے مذہب میں ہوئی ہے۔

امریکی نشریاتی ادارے ''سی این این'' کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں مسلمان کمیونٹی ملک کا دوسرا سب سے زیادہ پڑھا لکھا مذہبی طبقہ ہے،اس فہرست میں پہلے نمبر پر یہودی آتے ہیں۔ حالانکہ امریکہ میں 11 ستمبر 2001 کے دہشت گردانہ حملوں کے بعد وہاں مسلمان مخالف جذبات میں اضافہ بھی نوٹ کیا گیا ہے۔

سابق امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے اپنی انتخابی مہم کے دوران کئی بار مسلمان مخالف بیانات دیے تھے۔اسی مہم کے دوران ری پبلکن سیاستدان نے ایک مرتبہ یہ بھی کہا تھا کہ مسلمان امریکہ سے نفرت کرتے ہیں۔ٹرمپ نے یہ تجویز بھی دی تھی کہ مسلمانوں کی عارضی طور پر امریکہ میں داخل ہونے پر پابندی لگا دینی چاہیے۔

مختلف اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد 1.6 ارب بنتی ہے ،یعنی عالمی آبادی کا 23 فیصد حصہ مسلمانوں پر ہی مشتمل ہے۔مسیحیت کے بعد اسلام دنیا کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہے۔پیو ریسرچ سینٹر کا کہنا ہے کہ اسلام اس وقت دنیا کے دیگر مذاہب کے مقابلے میں دنیا کا سب سے تیزی سے فروغ پانے والا مذہب ہے۔**(بحوالہ ڈوئچے ویلے جرمنی)**

Scanned with CamScanner

قزاقستان کشیدگی؛ طاقت کا بیجا استعمال

فوجی لباس میں ملبوس، مسلح آدمیوں نے تمام وارڈ چیک کیے، وہ چیخ رہے تھے کہ وہ شورش (جس میں بہت سے لوگ ہلاک ہوئے) کے دوران زخمی ہونے والے افراد کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ایصل (بدلا ہوا نام؛ ان کی حفاظت کے لیے ان کا نام تبدیل کیا گیا ہے۔) جو کشیدگی کے دوران گولی لگنے کے بعد قزاقستان کے سب سے بڑے شہر الماتی کے ایک ہسپتال میں زیرِ علاج تھیں، اس وقت کو یاد کرتے ہوئے بتاتی ہیں: ''ان میں ایک چیخا: ''اگر تم لوگ احتجاج کرنے کے لیے دوبارہ باہر نکلے تو ہم تمھیں مار ڈالیں گے۔'' ایصل کا خیال ہے کہ بندوق برداران مردوں کا تعلق پولیس کی اسپیشل فورس سے تھا یا وہ سکیورٹی سروسز کے آدمی تھے اور حکومت مخالف مظاہروں میں حصہ لینے والے ہر شخص کو پکڑ رہے تھے۔انھوں نے ایصل کو بھی اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی لیکن زخموں کے باعث وہ چلنے سے قاصر تھیں۔بہت سے دوسرے افراد کی طرح انھوں نے بھی ان پرامن مظاہروں میں حصہ لیا جو جنوری کے اوائل میں ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کے خلاف شروع ہوئے تھے۔

خیال رہے کہ قزاقستان میں دنیا کے سب سے بڑے تیل کے ذخائر موجود ہیں، مگر اس کے فوائد عوام کی اکثریت تک نہیں پہنچ پاتے۔جلد ہی یہ مظاہرے ہنگامہ آرائی اور لوٹ مار میں بدل گئے، جس کے نتیجے میں وہ خونریزی ہوئی جو اس سابق سوویت ریاست کی آزادی حاصل کرنے کے 30 سالوں کی بدترین خونریزی تھی۔

حکام پر الزام ہے کہ امن بحال کرنے کے لیے انھوں نے اپنی طاقت کے استعمال میں تجاوز کیا۔سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اس دوران 225 افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔حکام کے مطابق ان ہنگاموں کے بعد تقریباً 1000 افراد کو حراست میں لیا گیا ہے۔

ایصل جن کی عمر 57 برس ہے، پریشان ہیں کہ بہت سے دوسرے افراد کی طرح انھیں بھی ہنگامہ آرائی میں حصہ لینے کے الزام میں گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

قزاقستان کے پراسیکیوٹر جنرل نے تقریباً 700 افراد پر فوجداری مقدمات دائر کیے ہیں۔ان میں سے کچھ افراد پر دہشت گردی، قتل اور حکومت کا تختہ الٹنے جیسے الزامات شامل ہیں۔تاہم انسانی حقوق کے گروپوں کا کہنا ہے کہ حکام پُرامن مظاہرین سمیت، احتجاج میں حصہ لینے والے ہر شخص کے خلاف کریک ڈاؤن کررہے ہیں۔حتیٰ کہ فیس بک پر احتجاج کی حمایت میں پوسٹ کرنے والوں کو بھی حراست میں لیا جارہا ہے۔انسانی حقوق کے کارکنان کا کہنا ہے کہ انھیں مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔الماتی میں انسانی حقوق کے ایک کارکن؛ باخیتزان تورِیگوزینا کا کہنا ہے ''بے گناہی کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، حکام کے نزدیک سب دہشت گرد ہیں اور وہ زبردستی ان سے اس بات کا اعتراف کروانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

الماتی کے مرکزی اسکوائر میں ہونے والے مظاہرے میں حصہ لینے والے ایک کارکن، مراتبیک بیسنگازی پر ہنگامہ آرائی میں حصہ لینے کا الزام ہے، ان کے وکیل نے بی بی سی کو بتایا کہ دورانِ حراست انھیں مارا پیٹا گیا ہے۔ حالانکہ حکام اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ دورانِ حراست کسی بھی قیدی کو مارا پیٹا یا تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے۔الماتی پولیس ڈیپارٹمنٹ کے سلطنت عزیر بیک نے بی بی سی کو بتایا کہ جن لوگوں نے ہنگامہ آرائی میں حصہ نہیں لیا انھیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔انھوں نے مزید کہا کہ حقائق منظرِ عام پر آنے کے بعد ان افراد کو رہا کردیا جائے گا۔ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ پرامن احتجاج، پُرتشدد ہنگامہ آرائی میں کیسے بدل گیا۔4 جنوری کو جب لوگ جمع ہوئے تو ایک تہوار کا گمان ہورہا تھا، انھوں نے قزاقستان کا قومی ترانہ پڑھا اور سیاسی مطالبات دہرائے۔

ایک مقامی صحافی، تیمور نسیم بیکوف جن کے سامنے الماتی میں یہ تمام واقعات رونما ہوئے، اس وقت کو یاد کرتے ہوئے بتاتے ہیں ''ہجوم میں مضافاتی علاقوں سے لے کر شہر کے مرکز میں رہنے والے نوجوان، نوکری پیشہ ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ماحول اس وقت تبدیل ہونا شروع ہوا جب انتظامیہ نے ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے سٹن گرینیڈ اور آنسو گیس پھینکی، جس کے نتیجے میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپیں شروع ہوگئیں۔اس سے اگلے دن یعنی 5 جنوری کو تناؤ میں مزید اضافہ ہوا۔تیمور نسیم بیکوف کے مطابق الماتی کے اسکوائر پر موجود کچھ لوگ چاقو اور شکار کرنے والی بندوقیں اٹھائے ہوئے تھے، ابھی تک یہ واضح نہیں ہوسکا کہ یہ افراد کون تھے۔

الماتی پولیس کی عزیر بیک کہتی ہیں کہ لڑائی کی تربیت رکھنے والے افراد نے ہتھیاروں پر قبضے کی نیت سے پولیس پر حملہ کیا۔وہاں موجود مظاہرین نامعلوم افراد کو شرپسندی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ایک کارکن کونے عبدیوو نے بی بی سی کو بتایا کہ ہمارا احتجاج پرامن تھا، لیکن پھر نوجوانوں کا ایک گروپ آیا اور وہ سیدھے سٹی ہال کی جانب بھاگے، ہم انھیں روک نہیں پائے، انھوں نے کاروں کو تباہ کیا اور کھڑکیاں توڑ دیں، انھوں نے ایسے ماسک پہن رکھے تھے جس نے ان کے چہروں کو چھپا دیا تھا، ہمیں ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بھی خوف آرہا تھا کہ کہیں وہ ہم پر حملہ نہ کردیں، انھوں نے پرامن مظاہرین پر گولی چلائی، جلد ہی حالات قابو سے باہر ہو گئے، ہجوم میں موجود کچھ لوگوں نے سٹی ہال پر قبضہ کرلیا اور اسے آگ لگادی۔اسکوائر میں ہر طرف گولیوں اور سٹن گرینیڈ کی آوازیں تھیں۔

ان گولیوں کا نشانہ بننے والوں میں ایصل بھی شامل تھیں۔ان کا کہنا ہے کہ مجھے اپنی ٹانگ سے خون بہتا محسوس ہوا اور میں بیہوش ہوگئی، جب مجھے ہوش آیا تو دو آدمی اپنی ڈھالوں سے میری حفاظت کرتے ہوئے گھسیٹ کے لے جارہے تھے، آس پاس چلتی گولیوں کے بیچ وہ چیخ رہے تھے کہ نیچے لیٹی رہو، مجھے ایک ٹرک میں ڈال کر ہسپتال تک لے جایا گیا، مجھے یاد ہے کہ اس ٹرک کے اندر اور بہت سے لوگ موجود تھے۔میں درد سے کراہ رہی تھی، کئی لوگ میری زخمی ٹانگ کے اوپر تھے، ان میں سے کچھ کی سانس نہیں چل رہی تھی۔

اسکوائر میں رہ جانے والے افراد نے 6 جنوری کو پُرامن ریلی نکالنے کی کوشش کی، ان میں بہت سے بزرگ مرد اور خواتین بھی شامل تھے، جن کی خواہش تھی کہ فائرنگ کا خاتمہ ہوجائے، انھوں نے ایک بینر اٹھا رکھا تھا جس پر لکھا تھا: ''ہم دہشت گرد نہیں، پرامن لوگ ہیں۔''

لیکن اسی شام بکتر بند گاڑیوں میں فوجی وہاں پہنچے اور اسکوائر کو دونوں طرف سے بند کردیا۔مظاہرے میں شامل سلطنت خمزینہ اس وقت کو یاد کرتے ہوئے بتاتی ہیں ''ہم آزادی کی یادگار کے قریب تھے، لوگوں نے قزاقستان کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا۔سب قطار میں کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ ہوا میں لہرا کر دکھایا کہ وہ غیر مسلح ہیں، شام 7 بجے کے قریب فوج نے فائرنگ شروع کر دی، ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ہوائی فائرنگ کررہے ہیں، لیکن ہمارے پیچھے موجود لوگ گولیاں لگنے کے بعد گر رہے تھے، اگلی صف میں موجود افراد پر گولی نہیں چلائی گئی، شاید وہاں اسنائپر تعینات تھے جو گولیاں چلنے کی آوازوں کے بیچ لوگوں کو نشانہ بنارہے تھے۔مظاہرے میں شامل ایک اور شخص میرخان عبدومانا پاؤ نے آزادی کی یادگار کے قریب پناہ لی جہاں انھوں نے ایک 50 سالہ شخص کو زخمی حالت میں دیکھا، وہ درد سے کراہ رہا تھا اور ہل نہیں سکتا تھا، تقریباً 17 یا 18 سال کی دو نوجوان لڑکیاں اور ایک اور نوجوان ایک دوسرے کے اوپر پڑے تھے۔ان میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی، میں اتنا غصے میں تھا کہ میں نے خود سے وعدہ کیا کہ سب کو بتاؤں گا کہ انھوں نے پرامن مظاہرین پر گولیاں چلائی ہیں۔

دوسری طرف الماتی پولیس کی عزیر بیک کا اصرار ہے کہ سیکورٹی فورسز نے صرف اپنے دفاع میں مہلک ہتھیاروں کا استعمال کیا۔وہیں قزاقستان کی حکومت نے شورش کا الزام بین الاقوامی روابط رکھنے والے دہشت گردوں پر عائد کیا ہے تاہم انھوں نے اس الزام کے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیے۔ملک میں اقتدار پر قبضے کے لیے اندورنی خلش کی بھی اطلاعات ہیں، جن میں سابق صدر نورسلطان نذربایوف کا نام لیا جارہا ہے۔مقامی صحافی تیمور نسیم بیکوف خبردار کرتے ہیں کہ خونریزی کا سبب چاہے کچھ بھی ہو پرامن مظاہرین، انسانی حقوق کے کارکنان اور صحافیوں کو لٹیرے اور ڈاکو نہیں سمجھنا چاہیے۔ان کا کہنا ہے کہ حکام اپنی ان سنگین غلطیوں کو چھپانے کی کوشش کررہے ہیں جو قزاقستان کی تاریخ میں بدترین انسانی تباہی کا باعث بنیں۔

قزاقستان کے متعلق چند اہم باتیں:

قزاقستان کی سرحدیں شمال میں روس اور مشرق میں چین کے ساتھ ملتی ہیں، یہ مغربی یورپ کے سائز جتنا ایک بڑا ملک ہے۔یہ ایک سابق سوویت جمہوریہ ہے جہاں اکثریت آبادی مسلمان اور اقلیت روسی ہے، اس ملک کے پاس وسیع معدنی ذخائر موجود ہیں، جن میں دنیا میں تیل کے عالمی ذخائر کا تین فیصد کے علاوہ کوئلہ اور گیس شامل ہیں۔

ایندھن کی قیمتوں میں اضافے کے بعد حکومت کے خلاف ہونے والے پُرامن احتجاج، پُرتشدد مظاہروں میں بدل چکے ہیں جس کے نتیجے میں ملک کی اعلیٰ قیادت مستعفی ہوئی ہے اور مظاہرین کے خلاف کریک ڈاؤن ہوا ہے۔

(عبدالجلیل عبدالرسولوف؛ بی بی سی نیوز، الماتی)

امیروں اور غریبوں کے درمیان بڑھتی کھائی

دنیا بھر میں غریبی کے اعداد وشمار اکٹھا کرنے والی برطانوی تنظیم آکسفیم (oxfam) کی ایک نئی رپورٹ سامنے آئی ہے، جو امیروں اور غریب کے درمیان بڑھتے ہوئے فرق کو بتاتی ہے۔اس رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں ارب پتی افراد کی تعداد میں مزید اضافہ ہوا ہے۔صرف ایک سال کے اندر چالیس مزید افراد ارب پتیوں کی فہرست میں شامل ہوئے ہیں۔یعنی اب ہندوستان میں ایک سو بیالیس ارب پتی ہیں اور ان میں سے بیالیس ارب پتی پچھلے سال (2021) میں بنے ہیں۔ان ارب پتیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد سے ہندوستان خوش ہوسکتا ہے کیونکہ دنیا میں ہندوستان سے زیادہ ارب پتی صرف امریکہ اور چین میں ہیں۔ایسے میں کون کہے گا کہ ہندوستان امیروں کا ملک نہیں ہے! لیکن بحیثیت ملک ہم کتنے خوشحال ہیں یہ بھی کوئی راز کی بات نہیں ہے۔غربت کی تصویر کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امیروں کے بڑھتے ہوئے ملک میں غریب کیوں غریب سے غریب تر ہوتے جارہے ہیں؟ اور امیروں اور غریبوں کے درمیان یہ کھائی دن بدن اتنی زیادہ کیوں بڑھ رہی ہے؟

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ورلڈ اکانومک فورم (world economic forum) کی سالانہ کانفرنس سوئٹزرلینڈ کے شہر ڈیووس (Davos) میں شروع ہوگئی ہے، یہ کانفرنس ہر سال جنوری کے تیسرے ہفتے اسی شہر میں منعقد ہوتی ہے۔اس میں دنیا کے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے سربراہان مملکت اور صنعت کار جمع ہوتے ہیں اور بالخصوص مستقبل کی معیشت کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں، حکمت عملی بناتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ غربت کا سوال بھی اسی وقت پیدا ہوتا ہے۔یہ بات کانوں کو تو بھلی لگتی ہے کہ ہندوستان میں امیروں کی تعداد بڑھ رہی ہے، لیکن اس سکون سے زیادہ تشویشناک اور افسوسناک بات یہ ہے کہ ملک میں غریب تیزی سے غریب تر ہوتے جارہے ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ہندوستان میں گزشتہ ایک سال میں بیالیس ارب پتی افراد کا اضافہ حیران کن ہے، کیونکہ اس ایک سال میں ملک کی آبادی کا بڑا حصہ خط افلاس سے نیچے چلا گیا ہے۔مجموعی طور پر غریبوں کی یہ تعداد سات سے دس کروڑ کے درمیان ہے، کورونا وبا کے دور میں گزشتہ سال یعنی 2021 میں تقریباً 84 فیصد لوگوں کی آمدنی میں زبردست کمی واقع ہوئی تھی۔روزانہ کمانے والے طبقے پر اس کا اثر تو ہوا ہی، لیکن اس سے بھی زیادہ اثر متوسط طبقے پر پڑا، چھوٹی صنعتیں بند ہوگئیں، لاکھوں لوگ اپنی نوکریوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ایسے میں آبادی کا ایک بڑا حصہ غربت کے گڑھے میں چلا گیا۔اب ہندوستان کے سامنے چیلنج اور زیادہ سنگین ہوگیا ہے کہ مزید لوگوں کو غربت کے گڑھے میں گرنے سے کیسے بچایا جائے۔ کیونکہ جس طرح کے معاشی حالات ہیں، انہیں دوبارہ پٹری پر لانے میں کافی وقت لگے گا۔کہنے کو تو حکومت نے پچھلے دو سالوں میں صنعتوں کو بہت سی رعایتیں دی ہیں، لیکن ان سب سے غریبوں کا کوئی بھلا ہوتا نظر نہیں آتا، چند مہینوں کے مفت راشن جیسے اقدامات غریبوں کے لیے فوری حل تو ثابت ہو سکتے ہیں، لیکن یہ غربت سے نکلنے میں مددگار نہیں ہیں۔آج حالت یہ ہے کہ جو لوگ ایک دن میں صرف ڈیڑھ سو روپے بھی کما نہیں پاتے ان کی تعداد کروڑوں میں پہنچ چکی ہے، یہ ایک بڑا بحران ہے، بے روزگاری اور مہنگائی نے غربت پر مزید حملہ کیا ہے۔اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امیر کے امیر ہونے کے پیچھے حکومتی پالیسیاں کارفرما ہیں، اس لیے ایسی معاشی پالیسیوں کی ضرورت ہے جو غریبوں کو بھی خوشحالی کی راہ پر لے جانے والی ہوں، یعنی روزگار پیدا کرنے والی ہوں، کام ہوگا، پیسہ ہاتھ آئے گا، تب ہی لوگ غربت کے چنگل سے نکل سکیں گے۔**(اداریہ روزنامہ جن ستا، ترجمہ محمد عادل فریدی)**

Scanned with CamScanner

ہند میں مسلمانوں کا مستقبل

مفتی رضوان القاسمی تاراپوری

ملک کے حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، اسلام اور مسلمان فرقہ پرستوں کے نشانہ پر ہیں، ملک کا ہر شعبہ فرقہ پرستی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، سرکاری مراعات اور سرکاری ملازمت سے مسلمانوں کا مستفید ہونا اور سرکاری محکمات میں اپنی نمائندگی پیش کرنا تو بہت دور کی بات ہے، بدقسمتی سے آزادی کے بعد سے لے کر آج تک ملک کے مسلمان اپنی وفاداری کے ثبوت ہی پیش کرتے رہے ہیں، سخت ترین حالات میں بھی اپنی بے بسی اور بے کسی کے باوجود بڑی بڑی خدمات سے اس ملک کے وقار کو بڑھایا ہے، مگر یہاں کے حکمرانوں نے ان کی افادیت کو ہمیشہ پس پشت ڈال کر عضو ناکارہ کی طرح بے فائدہ اور نظر انداز ہی کیا ہے، معیشت میں ان کو تعاون و ترقی کے اسباب بہم پہنچانے کے بجائے کمزور کرنے ہی کی کوششیں کی ہیں، فسادات میں سوچی سمجھی سازشوں کے تحت ان کی معیشت کو ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار کیا جاتا رہا ہے، نقصانات کے معاوضہ سے بھی راہ فرار اختیار کی جاتی ہے، تاکہ معاشی اعتبار سے مزید کمزور کیا جاسکے۔

تعلیمی سہولیات اور مسلم اکثریتی علاقوں میں معیاری اسکول کے نظم وضبط میں حکومتیں اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے کتراہی نہیں رہی بلکہ مسلمانوں کے خون پسینہ سے قائم کردہ مسلم اقلیتی اداروں کے اقلیتی کردار کو ختم کرنے کے لئے پرتول رہی ہیں، علی گڑھ اور جوہر یونیورسیٹی کے ساتھ حکومت کا رویہ اور حزب مخالف کی مجرمانہ خاموشی اس کی جیتی جاگتی مثال ہے، تاکہ اس طرح تعلیمی میدان میں ہمیں کمزور کیا جائے، ماب لنچنگ کے ذریعے ہراساں کرنے اور ہمارے تجارت کے مراکز کو محدود کرنے کے لئے فرقہ پرستوں کی تربیت یافتہ ٹیم تیار کرکے میدان میں اتاردی گئی ہے، جو وقفہ وقفہ سے شہروں اور دیہاتوں میں مسلمانوں کو نشانہ بنارہی ہے، الغرض منصوبہ بند طریقہ پر اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کو روبہ عمل لایا جارہا ہے۔

حالات سنگین ضرور ہے مگر ان مشکل حالات میں بھی مسلمانوں کو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس ملک میں مسلمانوں کی موجودگی کی حیثیت آندھی کے اڑائے اور بکھرے ہوئے دانوں کی طرح نہیں ہے بلکہ شہنشاہِ کائنات نے اپنے فیصلے اور منصوبے کے تحت یہاں باقاعدہ مسلمانوں کی گویا کاشت کی ہے اور چونکہ وہ یہاں ان کی فصلِ بہار دیکھنا چاہتا ہے، اس لئے یہ ایک یقینی اور ناقابل انکار واقعہ ہے کہ ان شاءاللہ بھارت میں اسلام بھی زندہ اور تابندہ رہے گا اور مسلمان ملت بھی یہاں اپنے دینی تشخصات کے ساتھ زندہ اور فعال رہے گی۔

زندہ قومیں مشکلات سے نکلنے اور اپنے تشخص کی بقاء کے لئے راہ ڈھونڈ لیتی ہیں، ترکی اور روسی انقلاب کی تاریخ نمونہ ہے کہ تمام پابندیوں کے باوجود بقاء اسلام کے لئے ان کی جہد مسلسل آخر رنگ لائی اور اسلامی تشخص نے آخر ظالموں کی کوششوں کو ناکارہ ثابت کردیا، اس ماحول میں ہمیں بھی ایسے کسی طریقہ پر کاربند ہونا ہوگا جو اس دور کے فتنے کے لئے چیلنجز بن سکے۔ نوجوان نسل میں عقائد کی پختگی، اسلامی تہذیب وکلچر سے گہری وابستگی، احکام اسلام سے مکمل واقفیت اور اسلام پر ان کے اعتماد کو بحال کرنا ہوگا، ان میں ایسی صلاحیت پیدا کرنے کی سعی کرنی ہوگی جو اسلام کی صحیح ترجمانی کرسکے، اسی کے ساتھ عصری تقاضوں کو پورا کرنے اور اس میں کامل نمائندگی کی صلاحیت بھی ہو، اس کے لئے بنیادی چیز ایسے نظام کو نافذ العمل بنانا ہوگا جو اس ضرورت کو پورا کرسکے، ہمارے بچے کسی کے دین واخلاق سے متاثر ہونے کے بجائے مدمقابل کو اعلیٰ کردار اور ٹھوس صلاحیتوں سے اپنا اسیر بناسکے کہ وہ بے اختیار ہوکر ہماری تہذیب کی تقلید وتسلیم پر مجبور ہو۔

آج ہم اس میدان میں ناکام ہیں، ہمارے مکاتب کا نظام فعال نہیں ہے کہ طالب عالم پانچ سال سے ۱۳/۱۴ سال تک مکاتب کے نظام سے جڑا رہتا ہے، مگر ناظرہ قرآن تک صحیح نہیں پڑھ پاتا اردو سے مناسبت نہیں ہو پاتی اس کی طرف فوری توجہ مبذول کی جائے اور اس کی نافعیت کو یقینی بنایا جائے۔ ہمارے پاس ایک ایسا لائحۂ عمل ہو کہ ہماری قوم کا کوئی بچہ تعلیم سے محروم اور تہذیب اسلامی سے کورا نہ رہے، اس کے لئے جگہ جگہ کوچنگ سینٹر کا قیام عمل میں لایا جائے جہاں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ عقائد کی پختگی اسلامی تشخصات سے انہیں آشنا کرنے کا بھی نظم ہو، ہمارے اسکول تو ہیں، مگر اسلامی روح اور اس کی تہذیب سے خالی ہے۔ جس سے شرح تعلیم میں اضافہ تو ہورہا ہے مگر منفی نتائج بھی سامنے آرہے ہیں، مدارس اپنا کام کررہے ہیں مگر بدلتے ماحول میں اس کی آغوش میں تربیت پانے والے محدود ہورہے ہیں، کسی ایسی مؤثر تدبیر کی ضرورت ہے کہ ہم دونوں تعلیموں میں توازن برقرار رکھ سکے اگر ایسا نہ ہوا تو ہم چند افراد کے لئے معاشرہ کے رجحانات کو بدلنا مستقبل میں مشکل ہوگا۔ معاشرہ میں صحت وتندرستی کے لئے بیداری مہم چلائی جانی چاہئے تاکہ صحت مند معاشرہ وجود میں آسکے، مضر نشیلی اشیاء کے بڑھتے رجحان پر قابو پایا جاسکے، ہماری تنظیموں، تحریکوں کو مل کر منصوبہ بند طریقہ پر زمینی سطح پر کام کرنے کی ضرورت ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اتحاد واتفاق کے ساتھ اس کی طرف توجہ کی توفیق عطا فرمائیں اور اس کے اسباب بھی مہیا فرمائیں۔

حلال کھائیے۔ حرام سے بچیئے

محمد فیاض عالم قاسمی

انسان کی زندگی روح اور جسم کا مجموعہ ہے، جس طرح روح کے بغیر انسان کا وجود ممکن نہیں، اسی طرح انسانی جسم کی بقاء پانی اور خوراک کے بغیر ممکن نہیں۔ خوراک ہی انسانی جسم کو ہر وقت متحرک رکھتی ہے۔ اس لیے اسلام نے حصول رزق کے معاملے میں بھی مکمل رہنمائی کی ہے اور انسان کو اچھے اور پاکیزہ رزق کے حصول کی تعلیم دی اور اس کے لیے اسباب پیدا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ. (المؤمنون: 51) ''اے پیغمبرو! حلال چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، تم جو کچھ کرتے ہو میں انھیں جانتا ہوں۔

چنانچہ سارے انبیاء علیہم السلام محنت کرکے حلال روزی کمانے اور کھانے کا اہتمام کرتے تھے، حضرت داؤد علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ ''وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے تھے۔ (صحیح بخاری: 2072)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں، صحابہ نے عرض کیا، یارسول اللہ آپ نے بھی چرائی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ہاں میں بھی ایک زمانہ تک اہل مکہ کی بکریاں چراتا رہا۔ (صحیح بخاری: حدیث نمبر 2262)

پھر ایسا ہی حکم تمام مسلمانوں کو دیا ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (البقرۃ: 172) ''اے مسلمانو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو، اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو''۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو اور تمام اہل ایمان کو بھی پاکیزہ چیزوں کے کھانے کا حکم دیا ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی حلال کردہ چیزیں ہی پاک اور طیب ہیں، حرام اشیاء پاک نہیں ہیں۔ رزق حلال کے ساتھ عمل صالح کی تاکید سے معلوم ہوتا ہے کہ رزقِ حلال سے نیک کام کرنا آسان ہوجاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ (شعب الایمان للبیہقی) کہ کسب حلال کی طلب دیگر فرائض کے بعد ایک اہم فریضہ جو تمام مسلمانوں پر لازم ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں۔ (مسند لامام احمد)

اسلام رزقِ حرام سے منع کرتا ہے کیوں کہ جو چیزیں حرام اور ناپاک ہوتی ہیں، وہ انسانی اخلاق پر برے اثرات مرتب کرتی ہیں، جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے انسان کے لیے وہ مضر ہوتی ہیں۔ ان چیزوں کے استعمال سے انسان اخلاقی انحطاط اور ذہنی پراگندگی کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس لیے ان سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد ربانی ہے: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ. (سورۃ النساء: 29) ''اے ایمان والو! آپس میں ناحق ایک دوسرے کا مال نہ کھایا کرو۔'' ناحق دوسرے کا مال کھانے کا مطلب یہ ہے کہ حاصل شدہ مال، چوری، ڈکیتی، غصب اور دھونس کے ذریعے سے حاصل کیا گیا ہو، یا ناپ تول میں کمی یا طے شدہ معاہدے کے خلاف گھٹیا چیز دے کر حاصل کیا گیا ہو، دیانت داری اور فرض شناسی کی بجائے کام چوری سے حاصل کیا گیا ہو، اس کے علاوہ ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، سود اور ملاوٹ کے ذریعے سے جو مال حاصل کیا جائے وہ بھی حرام ہے۔

ہمارے معاشرے میں جو اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں، ان کا زیادہ تر تعلق ہمارے ذرائع آمدنی کے مشکوک ہونے سے ہے۔ یاد رکھیں کہ جس طرح مردار اور ناپاک چیزیں حرام ہیں، اسی طرح ایسے مال و دولت کا استعمال بھی درست نہیں، جو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے آدمی کا ذکر کیا جو لمبے سفر پر ہو، پراگندہ بال ہو، تھکاوٹ اور ماندگی کا حال ہو۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر پکار رہا ہو، اے میرے رب! اے میرے رب! مجھے فلاں فلاں نعمت عطا فرما، میرے فلاں فلاں گناہوں کو معاف فرما، میری فلاں فلاں مصیبت کو دور فرما۔ لیکن اس کی دعاء قبول نہیں ہورہی ہے کیوں کہ اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس بھی حرام ہے، اس کی پرورش اور پرداخت بھی حرام غذا سے ہوئی ہو تو اس کی دعاء کیسے قبول ہوسکتی ہے۔ (صحیح مسلم 1015)

کسب حلال اور رزق طیب کی بے شمار برکات ہیں۔ جب لقمہ حلال انسان کے پیٹ میں جاتا ہے تو اس سے خیر کے کام صادر ہوتے ہیں، بھلائیاں پھیلتی ہیں، وہ نیکیوں کی اشاعت کا سبب بنتا ہے۔ اس کے برعکس حرام غذا انسان کو روحانی لحاظ سے اپاہج کردیتی ہے۔ نور ایمانی بجھ جاتا ہے، دل کی دنیا ویران وبنجر ہوجاتی ہے۔ شیطان اس کے قلب پر قابض ہوجاتا ہے۔ جس آدمی کو حرام کی لت لگ جاتی ہے، اس سے بھلا امور خیر کیسے اور کیوں کر انجام پاسکتے ہیں؟ حلال وحرام کا یہ کھلا فرق اس حد تک اثر انداز ہوتا ہے کہ طیب وپاکیزہ کمائی کھانے والا عنداللہ مقبول ومستجاب بن جاتا ہے، جب کہ حرام کو اپنے بدن کا جزء بنانے والا، اللہ تعالیٰ کے ہاں مردود ٹھہرتا ہے۔ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ جب دعاء قبول نہیں ہوگی تو مسلمانوں کے مسائل کیسے حل ہوسکتے ہیں، جو جسم حرام غذا سے پلی ہو، اس سے بننے والے خون میں ایمانی حرارت کیسے آسکتی ہے۔ اس سے پیدا ہونے والی ذہنی قوت میں مثبت سوچ کیسے جنم لے سکتی ہے۔؟ یہی امت کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اگر کوئی بندہ اپنے پیٹ میں حرام لقمہ ڈالتا ہے، تو اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا ہے۔ جس بندے کی پرورش حرام اور سود سے ہوئی ہو جہنم ہی اس کے لئے مناسب ہے۔ (معجم الاوسط) حرام غذا سے پلنے والے کی عبادتیں رائیگاں جاتی ہیں، جو دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ قبول نہیں ہوتیں، خیر وبھلائی کے جو کام کئے جاتے ہیں ان میں اخلاص نہیں رہتا ہے، اخلاق وکردار میں وہ کشش نہیں ہوتی ہے جو غیروں کو مائل کرسکے۔ باتوں میں وہ وزن نہیں ہوتا ہے جو اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے پر مجبور کردے، اس لئے مسلمانوں کو اپنی خوراک اور لباس پر، اپنی تجارت اور کاروبار پر غور کرنا چاہیئے کہیں یہ حرام تو نہیں ہے، یا مشتبہ تو نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا ہی خوب کہا ہے:

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

Scanned with CamScanner

مغل دورحکومت میں سول سروس کا تعلیمی نصاب

پروفیسر سید محمد سلیم

امورمملکت کی تربیت۔عملی طریقہ

امورسلطنت ونظام حکومت کی تعلیم وتربیت دینے کے دوطریقے ہوسکتے ہیں،ایک نظری۔دوسرا عملی۔نظری تعلیم یہ ہے کہ انفرادی معاملات، اخلاق وکردار،معیشت ومعاشرت،سیاست وحکومت ،جنگ وصلح پر باقاعدہ تصنیف شدہ کتابیں طالب علموں کو اورامیدواروں کو پڑھائی جائیں،نظری طریقے سمجھائے جائیں،قواعد وضوابط بتائے جائیں، یہ طریقہ ہمارے زمانے میں رائج ہے، اعلیٰ درس گاہ ہو یا فنی درسگاہ،سبھی میں یہی طریقہ رائج ہے۔دوسرا طریقہ عملی ہے،ایک انسان کوامورریاست وحکومت میں جن جن مسائل سے سابقہ پیش آتاہے اورجس طرح ایک شخص ان کوحل کرتاہےان امورکوان کے فطری پس منظر میں رکھ کر سمجھایاجائے، یہ انشاءات ورقعات سرکاری خطوط،سرکاری مراسلات،سرکاری احکام ودستاویزات اس پس منظرمیں پیش کرتے ہیں جن کو پڑھ کرایک طالب علم پہلے مسئلہ کی سنگینی اوردشواری کو سمجھتاتھاپھر جوحل اختیارکیاگیااس کوسمجھتاتھا،اس طرح اس کی تربیت عملی اندازمیں ہوتی تھی،ایک امیر کی ساری مراسلت اورتحریرات اس کے سامنے سے گذرگئیں، گویا اس امیر کا سارا طرزعمل سارا کردار اورحکمت عملی سب عیاں ہوکرسامنے آگئی۔اس طرح دس بارہ رقعات کے مجموعے پڑھنے کے معنی یہ ہیں کہ دس بارہ اعلیٰ مناصب پرفائزامراء کے کردارسامنے آگئے۔حکومت کے لئے اہل کاراورافسران کوتعلیم وتربیت کا یہ ایک نہایت اچھاطریقہ تھا۔ہمارے زمانے میں نیپا کی تربیت سے اس کوتشبیہ دی جاسکتی ہے۔

سول سروس کی تعلیم کانصاب

دراصل یہ مغل دورحکومت میں سول سروس کی تعلیم وتربیت کا نصاب تھا،نصاب تعلیم کا یہ فارسی حصہ تھا جس سے معاملہ فہم،کاروان اورامورمملکت سے واقف لوگ پیدا ہوتے تھے،اس نصاب کو پڑھ کرایک طالب علم حکومت کے اعلیٰ ترین منصب کے لئے تیارہوجاتاتھا،بڑی سے بڑی ذمہ داری کوپوراکرنے کا اہل بن جاتا تھا، یہ نصاب حکومت وقت کومردان کارمہیا کرتا تھا،اس نصاب کو پڑھ کر چنیوٹ کے ایک ملا کا بیٹا نواب سعداللہ خاں شاہ جہاں بادشاہ کا وزیراعظم بن گیا تھا،ایساوزیراعظم جس کا شمارعالم اسلام کے چوٹی کے وزراء میں ہوتاہے۔جس کا شمارنظام الملک طوسی،نصیرالدین محقق عرسی،محمودکاواں کے زمرہ میں ہوتاہے۔
اس نصاب تعلیم نے گذشتہ زمانہ میں اس کے علاوہ بھی بڑے لائق اور فائق افراد پیدا کئے۔عبدالرحیم خانخانان سپہ سالار،ابوالفضل چیف سکریٹری منعم خان گورنرعلی مردان خاں مہندس ماشالامارباغ لاہور، اورنہرچاندی چوک دہلی، استاد احمد لاہوری معاررو ضہ تاج محل آگرہ اور جامعہ مسجد دہلی، خیراللہ خان دہلوی ماہرفلکیات مہندس زیچ محمد شاہی جنترمنترنئ دہلی عبدالقادر بدایونی مورخ احدامین رازی جغرافیہ دان، علامہ تفضل حسین کاشمیری لکھنوی ہفت زبان،عربی فارسی ترکی،انگریزی،یونانی،لاطینی۔
ہندوستان میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہوئی (۱۸۵۷ء۔۱۷۵۷ء) اس وقت مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت پوری طرح کارفرماتھا،اس سے مردان کارتیارہورہے تھے،بعض انگریزمصنفوں نے مسلمانوں کی حسن لیاقت اورحسن کارکردگی کا کھلے دل سے اعتراف کیاہے،ولیم ہنٹرلکھتاہے:
’’حقیقت یہ ہے کہ جب یہ ملک ہمارے قبضہ میں آیاتو مسلمان یہاں کی سب سے اعلیٰ قوم تھی، نہ صرف جرأت اورقوت بازو میں برتری رکھتی تھی بلکہ سیاسی تنظیم اور عملی سیاست میں بھی سب سے آگے تھی۔(Henter,"Our Indian Mussalmans".P.145
ایک دوسراانگریز ہنری ہیرنگٹن لکھتاہے:
’’عزم وہمت ،تعلیم اورذہنی صلاحیتوں کے اعتبارسے مسلمان ہندوؤں سے کہیں زیادہ فائق ہیں، ہندوان کے سامنے طفل مکتب معلوم ہوتے ہیں،علاوہ ازیں مسلمانوں میں کارگذاری کی اہمیت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے سرکاری ملازمتیں زیادہ ترانہی کو ملتی ہیں۔‘‘(Henry Herrington Thomson,"Indian Rebelion and our Policy" 1857,p.135)
اس نصاب میں مردم سازی کی بڑی عظیم الشان صلاحیت تھی،اس سے جامعہ الصفات قسم کے افراد پیدا ہوتے تھے،آخرزمانہ تک جامعہ حیثیت کے افراد پیدا ہوتے رہتے ہیں،سرسیداحمد خاں،علامہ شبلی،سید سلیمان ندوی،مولانا ابوالکلام آزاداورمولانا مودودی ایسے لوگ تھے جومختلف علوم پریکساں قدرت کے ساتھ قلم اٹھاتے تھے۔

غیرمؤثر کیوں ہوا

یہ تفصیلات سن کربعض لوگوں کے دل میں ضرورسوال پیدا ہوگا کہ ایسے فاضل لوگ پیدا ہونے کیوں بند ہوگئے،اس کا آسان جواب یہ ہے کہ’’زوال حکومت اورانگریزوں کی معاندانہ کاروائیاں۔
انگریزوں نے سلطنت مسلمانوں سے حاصل کی تھی،اگراندیشہ ہوسکتاتھاتو مسلمانوں کی طرف سے ہوسکتا تھا،لارڈین مارو۱۸رجنوری ۱۷۴۳ء کے خط میں لارڈ ریلنگٹن کولکھتاہے:
میں اس حقیقت سے آنکھیں بندنہیں کرسکتا کہ یہ نسل (مسلمان) بنیادی طورپرہماری دشمن ہے،اس لئے ہمارے صحیح پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں کوخوش کیاجائے۔(Lal Rajput Rai" Unhappy India"p.4000)

اس لئے انگریزی حکومت کی مشینری نے مسلمانوں کومعاشرہ میں پست،ذلیل اورناکارہ بنانے کا ایک طویل المیعادمنصوبہ بنایااس کے اہم اجزاتین تھے۔
(۱)مسلمانوں کومفلس وقلاش بنادیاجائے،ان کا ساراوقت دووقت کی روٹی حاصل کرنے میں صرف ہوجائے،مذہب وسیاست ملک ملت کے اعلیٰ تصورات ان کے ذہنوں سےمحوہوجائیں۔
(۲)مسلمانوں کو جاہل اورپسماندہ بنادیاجائے۔.Resumption Act 1828 کے ذریعہ برصغیرمیں سارے اوقاف پرحکومت نے قبضہ کرلیا،تمام دینی مدارس کے سرچشمے سوکھ گئے، مدارس بند ہوگئے،مزید برآن دینی تعلیم کے خلاف اورملا کے خلاف پروپیگنڈہ کرکے ایک فضا پیدا کردی تاکہ کوئی صاحب حیثیت خاندان کا فرداِدھرکارخ ہی نہ کرے۔
(۳) جدیدمغربی تعلیم کا ڈھانچہ ہندوؤں،عیسائی مشنریوں کی مرضی کے مطابق تیارکیاگیا،اورمسلمانوں کو دیدہ ودانستہ پیچھے دھکیلا گیا تاکہ وہ آگے نہ بڑھیں۔
اس دور کے بعض فہمیدہ افراد کوانگریزوں کی اس پالیسی کا شعور ہوگیا تھا، وہ اس کو’’ٹھنڈی چھری‘‘ اور’’میٹھازہر‘‘ کہتے تھے جیساکہ سرسید احمد خان نے ان کا قول نقل کیاہے، درحقیقت یہ (Slow Poisoning) کا طرزعمل تھااورکون انکارکرسکتاہے کہ یہ کامیاب نہیں ہوا۔
فارسی نصاب درحقیقت مغل دورحکومت کا سول سروس کا نصاب تعلیم وتربیت تھا، برطانوی دور میں یہ متروک ہوگیا، لارڈ ہبارڈنگ نے ۱۱راکتوبر۱۸۴۴ء کوحکم نامہ جاری کیا اورغیرانگریزی خواں افراد پر ملازمت کے دروازے بندکردیئے۔۱۸۶۴ء میں قاضی ایکٹ منظورہوا جس کے تحت مسلمانوں ے شخصی معاملات (طلاق،وراثت وغیرہ) میں مسلمان قاضی کی ضرورت نہیں رہی،ان پے درپے حملوں کے بعد مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی،افلاس کی مارنے مدارس کوفنا کردیااورمسلمانوں کی کمرتوڑدی۔
۱۸۵۷ء کی جنگ میں بھی انتقام انگریزوں نے مسلمانوں سے لیا۔۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں بڑے پیمانے پرتباہی ہوئی۔جنگ کے بعدسات ہزارعلماء اورمعاملہ فہم سربرآوردہ لوگوں کوانگریزوں نے پھانسی پرچڑھادیا،اس طرح صرف عوام الناس باقی رہ گئے۔سرداران قوم فنا ہوگئے،ان جاں گسل حالات کا تقاضامحسوس کرکے سرسیداحمد خاں نے مسلمانوں کے تحفظ وجود کے لئے کوشش کی ان کوافلاس اورادبار کے گڑھے سے نکالا اورمولانا محمد قاسم نانوتوی نے مسلمانوں کے دینی اورعلمی سرمایہ کومحفوظ کرنے کی کوشش کی،اوردارالعلوم دیوبند قائم کیا،انہوں نے تو فارسی حصہ بھی جوں کاتوں محفوظ رکھامگرظاہر ہے کہ بدلے ہوئے حالات میں نہ فارسی زباں کی حکمرانی رہی نہ مغلوں کا نظام حکومت رہا، بتدریج فارسی تعلیم گھٹتے گھٹتے اب بالکل ختم ہوگئی۔
اب دینی مدارس میں صرف عربی حصہ باقی رہااورفارسی حصہ ختم ہوگیا، برصغیر کے مسلمانوں کے ہفت صد سالہ نصاب تعلیم کا دنیوی حصہ ختم ہوگیا، دینی مدارس میں اب صرف دینی حصہ باقی رہ گیا، اوراستعداد زمانہ سے اب تو یہ شعوربھی باقی نہیں رہاکہ موجودہ نصاب تعلیم ناقص ہے، آدھاہے،اس کا دنیوی حصہ باقی نہیں رہا، عام طورپردینی مدارس میں موجودہ عربی حصہ کوکافی وافی سمجھ لیاگیاہے،ان کا نصاب زیادہ تر بلکہ اب تو تمام تر دینی علوم سے متعلق ہے،فارسی نصاب کی تعلیم بالکل ختم ہوچکی ہے،جس کا غالب حصہ دنیوی علوم سے متعلق ہوتا تھا،جس میں عمرانی علوم، ریاست وحکومت، حکمت ودانائی کی تعلیم ہوتی تھی اس لئے آج کل دینی مدارس کے فارغ التحصیل طلبہ دینی علوم کی فہم کوحاصل کرلیتے ہیں،لیکن دنیوی علوم سے بالکل کورے ہوتے ہیں، ابتدائی شدبد بھی نہیں ہوتی۔دوسری جانب جدید مغربی طرزکی درسگاہوں میں ساراز وردنیوی علوم پرہے۔
معاشرتی علوم میں یاطبعی علوم، دنیوی علوم کے دائرہ کارمیں گذشتہ دوصدیوں میں وسعت اورعمق کے اعتبارسے انقلاب عظیم برپا ہوچکاہے،علوم وفنون کی ایک نئ دنیا جلوہ گرہوگئی ہے۔ادھرحال یہ ہے کہ قدیم دوسوسال والے معاشرتی علوم بھی موجودہ دینی طلبہ کی دسترس میں نہیں ہیں،اب صورت حال یہ بن گئی ہے کہ قدیم مدارس اورجدید کالج ایک دوسرے کے مخالف سمتوں میں سفرکررہے ہیں،دونوں کے درمیان تعلق وارتباط کے لئے کوئی مشترکہ میدان باقی نہیں ہے۔درحقیقت جدید کالجوں کے تعلیم یافتہ اصحاب اورقدیم مدارس کے تعلیم یافتہ علماء کی مبلغ علم مختلف ہے، جوایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے ہیں جوایک دوسرے کی ذہنیت سے بیگانے اورناآشنا ہیں۔
ملت اسلامیہ کا یہ بہت بڑاالمیہ اورسانحہ ہے کہ برطانوی دورغلامی میں نافذ ہونے والے تعلیمی نظام نے قدیم اورجدید کے درمیان خلیج پیدا کردی ہے،اس کو پائے بغیرملت کی کشتی بھورسے باہرنہیں نکل سکتی۔ ملت اسلامیہ کے مسائل حل نہیں ہوسکتے اورمزیدالمیہ اس بات کاہے کہ اس خلیج کی شدت اورسنگینی کا شعور عام نہیں ہے۔گویاعوام مسلمان اپنے اصل مرض سے ناواقف ہیں،اس لئے مرض کودورکرنے کی کوشش جس پیمانہ پرہونی چاہئے تھی وہ کہیں نظرنہیں آتی ، وقت کی ضرورت یہ ہے،ملت کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی غزالی وقت آگے بڑھے، پھر دینی اور دنیوی اجزاء کوملاکرایک جدید نصاب تعلیم ترتیب دے اوررائج کرے۔

یہ دوراپنے براہیم کی تلاش میں ہے۔

Scanned with CamScanner

فتنۂ دجال سے حفاظت کے لئے سورۂ کہف کی اہمیت

اسجد عقابی ۔ استاذ دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی مشہور ومعروف تصنیف ''دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال'' میں لکھتے ہیں کہ: ''مشہور حدیث جو ابوداؤد، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، بیہقی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے کہ دجال کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو، اس کو چاہئے کہ سورہ کہف کی ابتدائی یا خاتمہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، بعض روایتوں میں ابتدا یا خاتمہ کا ذکر نہیں ہے، بلکہ فرمایا گیا ہے کہ مطلقا سورہ کہف کی دس آیتوں کی تلاوت، اس کی تلاوت کرنے والوں کو دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچالیتی ہے''۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنی کتاب سورہ کہف کی فضیلت، تفسیر، روحانیت و مادیت کے ٹکراؤ کو سامنے رکھتے ہوئے مرتب فرمایا ہے۔ آپ کتاب کے آغاز میں لکھتے ہیں: ''دجالی فتنہ جس میں قدرتی قوانین پر غیر معمولی اقتدار حاصل کرکے بنی آدم کو دین و مذہب سے اسی اقتدار کے آثار ونتائج دکھادکھا کر باغی بنانے کی کوشش کی جائے گی، اسی فتنہ سے حفاظت کی ضمانت ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قرآن کی جس سورہ میں بتائی گئی ہے، اس سورۃ کے مضامین و مشتملات اسی فتنے کے آثار کو پیش نظر رکھ کر اس کتاب میں واضح کئے گئے ہیں''۔ موجودہ زمانے کی جدت پسندی، ٹیکنالوجی اور وسائل کی بہتات، حیرت انگیز سائنسی ایجادات واختراعات، مصنوعی اشیاء کی برآمدات و درآمدات، ہواؤں کو قید کرنے کے آلات، فضاؤں میں تحلیل کرنے والے اسباب، مادیت کی اس تیز رفتار ترقی کو دیکھ کر سورہ کہف میں موجود روحانیت و مادیت کی کشمکش پر ایمان مزید مضبوط اور گہرا ہوجاتا ہے۔ اور سورہ کہف کی فضیلت میں وارد احادیث نبویہ کو دیکھتے ہوئے فتنہ دجال سے بچاؤ کی سب سے مضبوط دیوار یہی نظر آتی ہے۔

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ''مستند روایتوں میں ہے کہ جو جمعہ کے دن سورہ کہف کو پڑھے گا وہ اگلے جمعہ تک نور اور روشنی میں رہتا ہے، مستدرک حاکم اور بیہقی کی روایت ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک گناہ اس کے بخش دیئے جائیں گے، یہ بھی ہے کہ سورہ کہف جس گھر میں پڑھی جاتی ہے اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا، مسلمانوں کا عام دستور بھی ہے کہ ان میں متقی اور پرہیزگار لوگ ہر جمعہ کو سورہ کہف ضرور تلاوت کرتے ہیں''۔ جمعہ کے دن سورہ کہف پڑھنے کی فضیلت متعدد روایات سے ثابت ہے جن میں بعض روایات یہ ہیں: شبِ جمعہ (جمعہ کی رات) اور جمعہ کے دن دونوں میں سورۂ کہف پڑھنے کے فضائل احادیث میں وارد ہوئے ہیں، بعض روایات میں صرف جمعہ کی رات کا ذکر ہے اور بعض میں صرف جمعہ کے دن کا ذکر ہے، شارحینِ حدیث نے لکھا ہے کہ ان تمام روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ جن روایات میں صرف رات کا ذکر ہے ان سے مراد رات اپنے دن سمیت ہے اور جن روایات میں صرف دن کا ذکر ہے ان سے مراد، دن اپنی گزشتہ رات سمیت ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے سورۂ کہف جمعہ کی رات میں پڑھی، اس کے لیے اس کی جگہ سے مکہ تک ایک نور روشن ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن سورۃ الکہف پڑھی اس کے لیے دو جمعوں کے درمیان نور روشن ہوجاتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار احادیث ہیں جن میں سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: ''مجملا مجھے اس کا یقین ہوگیا کہ یہ سورۃ (سورۂ کہف) قرآن کی ضرور ایسی منفرد سورہ ہے جس میں عہد آخر کے ان تمام فتنوں سے بچاؤ کا سب سے زیادہ سامان ہے، جس کا سب سے بڑا علمبردار دجال ہوگا، اس میں اس تریاق کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو دجال کے پیدا کردہ زہریلے اثرات کا توڑ کرسکتا ہے، اور اس کے بیمار کو مکمل طور پر شفایاب کرسکتا ہے، اور اگر کوئی اس سورہ سے پورا تعلق پیدا کرلے اور اس کے معانی کو اپنے جان و دل میں اتار لے (جس کا راستہ اس سورہ کا حفظ اور کثرت تلاوت ہے) تو وہ اس عظیم فتنہ (فتنہ دجال) اور قیامت خیز فتنہ سے محفوظ رہے گا، اور اس کے جال میں ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔ اس سورہ میں ایسی رہنمائی، واضح اشارے؛ بلکہ ایسی مثالیں اور تصویریں موجود ہیں، جو ہر عہد میں اور ہر جگہ دجال کو نامزد کرسکتی ہیں، اور اس بنیاد سے آگاہ کرسکتی ہیں، جس پر اس کا فتنہ اور اس کی دعوت وتحریک قائم ہے، مزید برآں یہ کہ یہ سورہ (سورہ کہف) ذہن و دماغ کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لئے تیار کرتی ہے، اور اس کے خلاف بغاوت پر اکساتی ہے، اس میں ایک ایسی روح اور اسپرٹ ہے جو دجالیت اور اس کے علمبرداروں کے طرز فکر اور طریقہ زندگی کی بڑی وضاحت اور قوت کے ساتھ نفی کرتی ہے اور اس پر سخت ضرب لگاتی ہے۔

قرآن کی مختلف سورتیں مختلف فوائد پر مشتمل ہیں جن کے ذکر واذکار اور تلاوت سے روحانی ہی نہیں بلکہ جسمانی شفایابی بھی نصیب ہوتی ہے۔ انہی سورتوں میں سورہ کہف ہے جس کی خاصیت فتنہ دجال سے حفاظت، اور فتنہ دجال کی شناخت، اور فتنہ دجال کے طریقہ کار سے واقفیت ہے۔ علامہ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں لکھا ہے: ''حدیث میں سورہ کہف کی دجال سے حفاظت کے معاملہ میں بڑی فضیلت آئی ہے، جو آخری زمانہ میں نکلے گا، جس طرح اصحاب کہف کی اس ظالم بادشاہ سے حفاظت ہوئی یا ہر اس دجال سے جو فریب وملمع سازی اور تلبیس سے کام لیتا ہو، اس کی وجہ وہ عجیب معاملات اور نشانیاں ہیں جو اس کی آیات میں پوشیدہ ہیں جو اس میں تدبر سے کام لے گا وہ کسی فتنہ میں گرفتار نہ ہوگا''۔

مولانا مناظر احسن گیلانی فرماتے ہیں؛ ''حضرت انس کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے ایک دن فرمایا: ''دجال کے دیکھنے کا موقع جسے مل جائے اس کو چاہئے کہ اس سے دور ہی رہے'' اس کے بعد یہ ارشاد ہوا کہ ''اللہ کی قسم دجال کے پاس ایک آدمی آئے گا یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ مومن ہے مگر (ملنے کے بعد) اس کا پیرو بن جائے گا، جس کی وجہ وہ شبہے اور شکوک ہوں گے جو دجال سے ملنے کے ساتھ ہی پیدا ہوجائیں گے۔ دجال کے ساتھ عورتیں بھی نکل پڑیں گی حالت یہ ہوجائے گی کہ آدمی اپنی ماں، بہن، بیٹی اور پھوپھی کو اس اندیشہ سے باندھے گا کہیں دجال کے ساتھ نہ نکل پڑیں''۔ مذکورہ احادیث کی تشریح سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ موبائل یا اس جیسی دوسری کسی نئ ایجاد کے ذریعہ انسانی ذہن و دماغ کو اس طرح کنٹرول کرلیا جائے کہ انسان اپنے ذہن و دماغ سے سوچنا اور سمجھنا چھوڑ دے اور ایک فرماں بردار غلام کی مانند تمام طرح کے احکامات اور پیغامات پر عمل کرنے لگے۔ موجودہ دور کی تیز رفتار ترقی اور نت نئے تجربات کی روشنی میں کسی بھی امکانی چیز سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسے ایسے ویڈیو گیمز بنائے گئے ہیں جسے کھیلنے والا خود کو کھیل کا حصہ بنالیتا ہے اور ایک ایسی دنیا بنانے کی تیاری کی جارہی ہے جہاں ایک انسان اپنے گھر میں بیٹھ کر پوری خیالی دنیا کا سفر کرنے پر قادر ہوجائے۔

ان فتنوں سے خود کو اور اپنے اہل خانہ اور دیگر مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں سورہ کہف کی فضیلت سے آگاہ کرائیں اور انہیں بتائیں کہ اللہ تعالی نے ان تمام آلام ومصائب اور فتن کا توڑ اس سورہ میں رکھا ہے جو اس کی تلاوت کرے گا وہ دجالی فتنوں سے محفوظ رہے گا اور اللہ تعالی اس کے ایمان کی حفاظت فرمائیں گے۔ مادیت کے اس دور میں ابن آدم کو سب سے زیادہ روحانیت کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اس دنیا میں روحانیت و مادیت کی کشمکش ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی لیکن مادیت کے فتنوں سے حفاظت اور بچاؤ وہی کرسکتے ہیں جو روحانیت کے متلاشی ہیں۔ سورہ کہف وہ سورہ ہے جو انسان کی روحانیت کو مادیت کے خلاف مضبوط بناتی ہے اور فتنہ مادیت سے بچاؤ کی سبیل بتاتی ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو فتنہ دجال سے محفوظ رکھے۔

اعــــلان مفقــود الخبــری

معاملہ نمبر ۴؍۷۷؍۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور پورنیہ)

اجالا خاتون بنت محمد ہارون مقام چکنی ڈاکخانہ ملدہا ضلع پورنیہ ۔ فریق اول

بنام

محمد اصغر ولد محمد شیر علی مقام کرمانہ ڈاکخانہ کھورجی ضلع بلرام پور یوپی ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بھوانی پور پورنیہ میں عرصہ دو سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۰؍رجب المرجب ۱۴۴۳ مطابق ۱۲؍فروری ۲۰۲۲ء روز سنیچر بوقت ۹؍بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

تذکیر وتانیث کے مسائل

از: شاعر حافظ ولایت اللہ، متوفی م ۱۹۴۹ء

بہت پُر لطف گو اردو زباں ہے — مذکر اور مونث کی ہے دقت
'مصائب' جمع کا صیغہ مذکر — مونث ہے مگر واحد 'مصیبت'
غضب ہے 'خوف' و 'خطرہ' ہے مذکر — مونث ہے 'شجاعت' اور 'ہمت'
بہت ہیبت فگن ہے 'تیغِ برّاں' — ہوئی تانیث لیکن اس کی قسمت
'حجاب' و 'پردہ' 'گھونگھٹ' اور 'برقع' — مذکر ہے یہ کُل سامانِ عورت
مونث ہے جنابِ شیخ کی 'ریش' — ہو کچھ بھی اس کی مقدار وطوالت
مذکر ہو گیا 'گیسوے جاناں' — ہوئی اس کی طوالت کی یہ عزت
'دوپٹہ' عورتوں کا ہے مذکر — مونث کیوں ہے 'دستارِ فضیلت'
'فراق' و 'وصل' ہیں دونوں مذکر — مونث ہے مگر واعظ کی 'صحبت'
پریشاں کُن ہے یہ تذکیر و تانیث — اگر ہر چیز کی دیکھو حقیقت

(بشکریہ ہادی)

Scanned with CamScanner

طب وصحت

چائے نوشی

اگر آپ یہ پڑھتے ہوئے چائے پی رہے ہیں تو جسم کو بھی فائدہ پہنچا رہے ہیں، بغیر چینی کی چائے اینٹی آکسائیڈنٹس سے بھرپور ہوتی ہے جو مختلف امراض کی روک تھام اور جسمانی خلیات کی مرمت میں مدد دیتے ہیں۔

مخصوص اقسام کے کینسر کا خطرہ کم ہوتا ہے

چائے میں موجود اینٹی آکسائیڈنٹس اور مرکبات کو مخصوص اقسام کے کینسر کے خطرے میں کمی لانے میں مددگار مانا جاتا ہے، میساچوسٹس جنرل ہاسپٹل اور ہارورڈ میڈیکل اسکول کی نیوٹریشنل اینڈ لائف اسٹائل سائیکاٹری ڈائریکٹر اوما نائیڈو کے مطابق چائے سے جلد، مثانے، پھیپھڑوں اور بریسٹ کینسر کی روک تھام میں مدد مل سکتی ہے۔

جلد صحت مند ہوتی ہے

بغیر دودھ کی چائے پینے سے کینسر کا خطرہ نمایاں حد تک کم ہوتا ہے، اس بارے میں اوما نائیڈو کا کہنا تھا کہ سیاہ چائے جلدی کینسر کی سب سے عام قسم کا خطرہ کم کرنے کے لیے فائدہ مند ثابت ہوتی ہے، مجموعی طور پر آئس ٹی کی بجائے گرم چائے اس حوالے سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے۔

ذیابیطس کا خطرہ کم ہوتا ہے

روزانہ بغیر دودھ کی چائے پینے سے ذیابطس ٹائپ ٹو کا خطرہ کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ایشیا پیسیفک جرنل آف کلینیکل نیوٹریشن میں شائع ایک تحقیق میں بتایا گیا کہ اس چائے کو پینے سے کھانے کے بعد بلڈ شوگر کو کنٹرول کرنے میں مدد ملتی ہے۔

دانت مضبوط ہوتے ہیں

اگرچہ دن بھر چائے پینے سے دانتوں پر معمولی زردی کا امکان بڑھتا ہے، مگر یہ مفید بھی ہوسکتا ہے۔ جریدے اورل اینڈ میکسلوفیشل پاتھولوجی میں شائع تحقیق کے مطابق سبز چائے جراثیم کش اثرات رکھتی ہے جو منہ میں کیویٹی کا باعث بننے والے بیکٹریا کی شرح میں کمی لاتا ہے۔ روزانہ سبز چائے پینے سے کیویٹیز کی شدت میں کمی لانے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

دل صحت مند ہوتا ہے

چائے کی ورم کش خصوصیات خون کی شریانوں کو پرسکون اور صاف رکھنے میں مدد دیتی ہیں جس سے دل پر دباؤ بڑھتا نہیں۔ روزانہ سیاہ چائے کے 3 کپ پینا دل کی صحت کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ اس میں موجود اجزا سے ورم میں کمی آتی ہے جبکہ اہم شریانوں پر مواد جمنے کا خطرہ بھی کم ہوتا ہے۔

نیند کا معیار بہتر ہوتا ہے

ایک تحقیق میں دریافت کیا گیا کہ چائے پینے سے نیند کا معیار بہتر ہوتا ہے اور بے خوابی کے عارضے کے شکار افراد کو اس مسئلے پر قابو پانے میں مدد مل سکتی ہے۔

توجہ کی صلاحیت بہتر ہوسکتی ہے

چائے میں موجود توجہ اور ذہنی چوکسی میں بہتری آتی ہے، چائے میں ایک امینو ایسڈ Theanine دماغ کو پرسکون کر کے توجہ مرکوز کرنے میں مدد دیتا ہے، اگر کبھی توجہ مرکوز کرنے میں مشکل ہو تو کام سے قبل ایک کپ گرم چائے کو آزما کر دیکھیں۔

میٹابولزم کی رفتار بڑھتی ہے

چائے میں موجود کیفین میٹابولزم کو تیز کرنے اور چربی گھلانے)روزانہ سو کیلوریز(میں مدد دیتی ہے، مگر بہت زیادہ کیفین نقصان دہ ہوتی ہے۔ ایک کپ سبز چائے میں 40 ملی گرام کیفین ہوتی ہے اور طبی ماہرین کے مطابق روزانہ کیفین کا استعمال 3 سے 400 ملی گرام سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔

آئرن جذب کرنے میں مشکل

چائے میں ٹینن نامی پیچیدہ نامیاتی مرکبات موجود ہوتے ہیں جو مخصوص غذاؤں سے جسم میں آئرن جذب ہونے کے عمل کو متاثر کرسکتا ہے۔ آئرن کی کمی دنیا بھر میں بہت عام غذائی کمی ہے جس کا سامنا کروڑوں افراد کو ہوتا ہے جو آگے بڑھ کر انیمیا یا خون کی کمی جیسے مرض کا وجہ بن جاتی ہے۔

جریان خون کا خطرہ بڑھ سکتا ہے

روزانہ بہت زیادہ مقدار میں چائے پینے سے معمولی خراش سے بھی جریان خون کا خطرہ بڑھتا ہے، اس سے خراشیں بہت آسانی سے جسم پر نمودار ہوسکتی ہیں۔

ادویات کا اثر کم ہوسکتا ہے

ویسے تو چائے کے فوائد ہیں مگر امراض قلب اور بلڈ پریشر کی ادویات استعمال کرنے والے افراد کو اس گرم مشروب کا استعمال معالج کے مشورے سے کرنا چاہیے۔

روزانہ کتنی چائے پی جاسکتی ہے ؟

اس حوالے سے تحقیقی نتائج مختلف ہیں اور کوئی واضح رائے موجود نہیں، مگر اعتدال ہی بہتر ہوتا ہے اور 3 سے 4 کپ چائے روزانہ پینا ہی بہتر ثابت ہوسکتا ہے، جبکہ سیاہ یا سبز چائے کو ترجیح دینا بہتر ہے، جس میں چینی کو شامل نہ کیا جائے تو صحت کو زیادہ فائدہ ہوسکتا ہے، کیونکہ فلیورٹی زیادہ پراسیس ہوتی ہیں اور صحت کے لیے زیادہ فائدہ مند ثابت نہیں ہوتیں۔

ہری مرچ کے فوائد

سبز مرچ ہندوستان میں مزے لے کر کھائی جاتی ہے۔ سبز مرچ ہر قسم کے کھانوں میں شامل کی جاسکتی ہے، مثلاً دال، حلیم، سبزی اور گوشت وغیرہ۔ یہ گھر بھر کی پسندیدہ سبزی ہے۔ اس میں حیاتین وٹامن سی کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔ وٹامن سی ہماری جلد کے لیے بہت مفید ہے۔ اس سے جلد تر و تازہ رہتی ہے۔

ایسے افراد جن کی جلد کو کسی وجہ سے نقصان پہنچ چکا ہو، وہ اپنے کھانوں میں ایسے پھل اور سبزیاں شامل کریں، جن میں حیاتین ج کی مقدار زیادہ ہو۔ سبز مرچ بھی ایسی ہی ایک سبزی ہے، جس میں حیاتین ج کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔

سبز مرچ میں وٹامن اے بھی ہوتی ہے، جو ہماری بینائی کے لیے بہت مفید ہے۔ جن افراد کی نظر کمزور ہو، انھیں ایسی سبزیاں اور پھل کھانے چاہیے، جن میں حیاتین الف کی مقدار زیادہ ہو۔ اس فہرست میں سبز مرچ بھی آتی ہے۔ اس کے علاوہ سبز مرچ میں وٹامن بی 6، پوٹاشیئم، نشاستہ کاربوہائیڈریٹ اور لحمیات (پروٹینز) بھی پائی جاتی ہیں۔ سبز مرچ میں پائے جانے والے تمام اجزاء ہماری صحت کے لیے مفید ہیں، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس سبزی میں پائے جانے والے قدرتی اجزاء سے بھرپور فائدہ اٹھائیں اور اسے اپنے روزمرہ کے کھانوں میں ضرور شامل کریں۔ سبز مرچ انسانی جسم میں پہنچ کر ہمارے مدافعتی نظام کو مضبوط بناتی ہے۔ اگر اسے سلاد کے طور پر کھایا جائے تو یہ نظام ہاضمہ کو بہتر بناتی ہے۔

چہرے سے جھریوں کا خاتمہ کرتی ہے۔ پھیپڑوں کے سرطان میں سبز مرچ کھانا مفید ہے۔ ہماری ہڈیوں کو مضبوط کرتی ہے۔ اس کے کھانے سے بڑھتی عمر کے اثرات دیر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ قبض کی شکایت نہیں ہوتی۔ یہ سبزی افعال معدہ کو درست رکھتی ہے۔ ہیضہ ہو جانے کی صورت میں ہری مرچ کھائی جائے تو افاقہ ہوتا ہے۔ ہماری جلد کے لیے بھی مفید ہے۔ سردی کے موسم میں ٹھنڈک سے بچاتی ہے۔ کھانا ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ سبز مرچ ہمارے جسم سے فالتو چربی بھی کم کردیتی ہے، جس سے وزن میں کمی ہوتی ہے۔ ہمارے جسم میں موجود بافتیں (ٹشوز) اسے کھانے سے بہتر طور پر کام کرتی ہیں۔☆☆☆

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

موت انتقال مکانی کا نام ہے: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

جب کسی آدمی پر موت طاری ہوتی ہے تو اس کی دنیاوی زندگی کا خاتمہ ہوجاتا ہے، لیکن انسان ختم نہیں ہوجاتا، وہ ایک دوسری دنیا میں منتقل ہوجاتا ہے، اس لیے مرنے والے کے لیے ہمارے یہاں انتقال کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، یہ انتقال مکانی وصال محبوب کا ذریعہ ہے، اس لیے ایک دوسرا لفظ وصال استعمال ہوتا ہے، آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ موت ایک پُل ہے جو محبوب کو محبوب سے ملا دیتاہ۔ اور ظاہر ہے وہ محبوب اللہ رب العزت ہے جو بندے پر ستر ماؤں سے زیادہ مہربان ہے، اس کا تصور اس دنیا میں ممکن ہی نہیں ہے، اس لیے بندہ اللہ کے اس تحفہ کو جو فرشتوں کے ذریعہ بندہ کے پاس آتا ہے، مسکرا کر قبول کرتا ہے، اقبال نے کہا ہے۔ نشان مرد مؤمن یا تو گوہم - چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

اس لیے پس ماندگان کو بھی اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے، جدائی کا غم فطری ہے، لیکن گریبان پھاڑنا بَین اور سینہ کوبی کرنا شریعت میں ممنوع ہے اس کا خیال رکھنا چاہیے، ان خیالات کا اظہار مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے سید حسنین صاحب کی والدہ مرحومہ شمیمہ خاتون کے لیے منعقد تعزیتی مجلس میں کیا، مجلس کا آغاز مولانا محمد ناظم صاحب ناظم مدرسہ قاسم العلوم ترپولیہ پٹنہ کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور انہیں کی دعا پر مجلس اختتام پذیر ہوئی، اس موقع سے انہوں نے موت کے حوالہ سے گفتگو بھی فرمائی اور آخرت کے لیے تیاری پر زور دیا، سامعین میں مجلس کے شرکاء کے علاوہ بڑی تعداد امریکہ، انگلینڈ اور برصغیر کے لوگوں کی تھی، جنہوں نے اس خطاب کو آن لائن سنا اور دعاء مغفرت میں شریک ہوئے۔

غداری کا قانون ختم کرنے کا وقت آگیا ہے: سابق جج سپریم کورٹ

سپریم کورٹ کے سابق جج روہنٹن نریمن نے غداری کے قانون کو منسوخ کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے حکومت پر تنقید کرنے والوں کے خلاف غداری کی کارروائی پر تشویش کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ غداری کے قوانین کو مکمل طور پر ختم کیا جائے اور آزادی اظہار رائے کی اجازت دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ نفرت انگیز تقاریر کرنے والے ایک مخصوص گروہ کے قتل عام کا مطالبہ کررہے ہیں لیکن ان لوگوں کے خلاف کوئی سخت کارروائی ہوتی نظر نہیں آتی۔ افسران میں بھی بے حسی ہے۔ بدقسمتی سے حکمران جماعت کے اعلیٰ سطح کے لوگ بھی اس قسم کی نفرت انگیز تقریر پر نہ صرف خاموش ہیں بلکہ تقریباً اس کی حمایت بھی کررہے ہیں۔

کووڈ ویکسین زبردستی نہیں لگائی جاسکتی: مرکزی حکومت

مرکزی حکومت نے سپریم کورٹ کے سامنے ایک بار پھر کووڈ 19 ویکسین کے بارے میں اپنا موقف واضح کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی بھی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف ویکسین نہیں لگائی جاسکتی۔ مرکزی حکومت نے اپنے حلف نامہ میں مفاد عامہ کی عرضی کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت کے رہنما خطوط متعلقہ شخص کی رضامندی کے بغیر زبردستی کووڈ-19 ویکسینیشن کی اجازت نہیں دیتے۔ اپنے موقف کو دہراتے ہوئے حکومت نے کہا ''کسی بھی شخص کو اس کی مرضی کے خلاف ٹیکہ نہیں لگایا جاسکتا۔'' تاہم حکومت نے اس بات پر زور دیا کہ کووڈ-19 ویکسینیشن وسیع تر عوامی مفاد میں ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس کی وسیع تشہیر کی جارہی ہے تا کہ لوگوں کو اس کے فوائد کے بارے میں صحیح معلومات مل سکے اور وہ خود ہی ویکسینیشن کے لیے آگے آئیں۔ اس تناظر میں تمام شہریوں کو اشتہار کے ذریعے ضروری مشورہ دیا گیا ہے۔ حلف نامہ میں کہا گیا ہے کہ مرکزی حکومت نے کوئی رہنما خطوط (ایس او پیز) جاری نہیں کیے ہیں جو کسی بھی مقصد کے لیے ویکسینیشن سرٹیفکیٹ کو لازمی قرار دیتے ہیں۔ مرکزی حکومت نے اپنے حلف نامے کے ذریعے عدالت کو یہ بھی بتایا ہے کہ پہلی اور دوسری خوراک کے ساتھ اہل استفادہ کنندگان کی 100 فیصد کوریج کو یقینی بنانے کے انتظامات کیے گئے ہیں۔ اس کے لیے گزشتہ سال 3 نومبر کو ''ہر گھر دستک ابھیان' کا آغاز کیا گیا تھا۔

Volume:62/72,Issue:04 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

ہم کو اس شہر میں تعمیر کا سودا ہے جہاں
لوگ معمار کو چن دیتے ہیں دیوار کے ساتھ
(احمد فراز)

جمہوریت کے استحکام اور فروغ کی ضرورت

مراق مرزا

جمہوریت کیا ہے؟ جمہوری نظام کی ضرورت وافادیت پر گفتگو کے اغراض ومقاصد کیا ہیں؟ کیا دنیا جمہوری اصولوں کے مطابق چل رہی ہے؟ یہ ایسے سوال ہیں جو طویل بحث کے متقاضی ہیں، حال ہی میں 9 اور 10 دسمبر کو امریکی صدر جو بائیڈن نے جمہوریت پر ورجوئل سربراہ اجلاس منعقد کیا، جمہوریت پر گفتگو ہونی چاہئے اور دنیا کی بہتری کے لئے اس کا استحکام بھی ضروری ہے، مگر امریکہ کے اس مثبت قدم کے پیچھے کچھ سیاسی مقاصد بھی پوشیدہ نظر آرہے ہیں، یہ بات تو سمجھ میں آجاتی ہے کہ سربراہ اجلاس میں ان ممالک کو شامل نہیں کیا گیا جو نظام جمہوریت کے قائل نہیں ہے، چین کو اس سے دور رکھا جانا بھی قابل تفہیم ہے، لیکن بنگلہ دیش کو اس سے الگ کیوں رکھا گیا، یہ سوال جواب طلب ہے، کیونکہ بنگلہ دیش غیر جمہوری ملک نہیں اور جمہوریت پر مکالمہ کے لیے منعقدہ اجلاس سے ایک جمہوری ملک کو الگ رکھنا سربراہ اجلاس پر سوال کرتا ہے، اگرچہ ماضی میں امریکہ کے قریبی دوست رہے پاکستان کو اجلاس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تاہم کچھ بہانہ بنا کر پاکستان نے شمولیت سے انکار کر دیا، ظاہر ہے اب چین جیسا دوست اس کے ساتھ کھڑا ہے، اس کی ہر ضرورت پوری کر رہا ہے تو وہ اسی طرح کے قدم اٹھائے گا۔

دنیا اس حقیقت سے اب واقف ہو چکی ہے کہ امریکہ کا ہر قدم اس کے مفاد کے لئے ہوتا ہے امریکہ میں جمہوریت ضرور ہے وہ خود کو جمہوری قدروں کا محافظ بھی ثابت کرتا رہتا ہے لیکن امریکا فرسٹ پالیسی امریکی لیڈران اور عوام دونوں کے لیے اہمیت کی حامل ہے اور یہ بھی سچ ہے کہ یہ ابراہم لنکن امریکہ نہیں، امریکہ کی پہچان جارج اور واشنگٹن کے ساتھ ساتھ ابراہم لنکن سے بھی ہوتی ہے جن کی مقبولیت ومعتبریت کی خاص وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جمہوریت کی تعبیر وتشریح نہایت خوبصورت اور مدلل انداز میں کی تھی، لنکن نے اپنے دور اقتدار میں یوں تو بہت سے مثبت کام انجام دیے تاہم جمہوریت کی تائید وتصدیق اور غلامی کے خاتمے کے لئے انہیں یاد کیا جاتا ہے، مگر سوال یہ ہے کہ جس جمہوریت کی طاقت سے ابراہم لنکن نے صدیوں پرانے غلامی کے رواج کو ختم کیا، کیا آج کا امریکا جمہوریت کے اس راستے پر چل رہا ہے، جمہوری اصولوں اور قدروں کے تحت انتخابات کا ہونا اور حکومت کا قائم ہونا ہی جمہوریت نہیں ہے، اس کا رشتہ انسانی فکر واحساس سے ہوتا ہے، کسی بھی ملک میں جمہوریت کے چراغ کی روشنی لیڈران کے ساتھ ساتھ عوام الناس کے قلب وذہن میں بھی ہونا ضروری ہے، کیا نسلی امتیاز کے نام پر ہونے والے پرتشدد واقعات سے امریکہ خود کو پوری طرح نجات دلا پایا ہے، کالے گوروں کا جھگڑا آج بھی امریکہ کی حقیقت ہے جو کہ اس بات کی دلیل ہے کہ نسل پرستی آج بھی جمہوریت پر حاوی ہے، اسی نسل پرستانہ سوچ میں 4 اپریل 1968 کو انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھانے والے امریکہ کے ایک سیاہ فام جاں باز لیڈر مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کا قتل کر کے ان کی انقلابی آواز کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تھا، کہا جاتا ہے کہ کنگ کا قتل سیاسی مقصد سے کیا گیا تھا اور اس قتل کے پیچھے اس وقت کی سرکار اور ایف بی آئی کا ہاتھ تھا، امریکہ میں عدلیہ پر کسی کا دباؤ نہیں چلتا اس لیے عدالت نے کنگ کے قاتل جیمس کو 99 برس کی قید کی سزا سنائی تھی، کنگ کے اصل قاتل جو بھی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اقتدار پر قابض جمہوریت اور جمہوری آواز کے دشمن تھے اور ایسے لوگ نہ صرف امریکہ بلکہ پوری دنیا میں موجود ہیں جو جمہوریت کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کا لہو بہا رہے ہیں۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کے حالات کچھ ایسے بنے کہ امریکہ بتدریج معاشی طور پر مضبوط ہوتا چلا گیا اور سوویت یونین کے بکھراؤ کے بعد عالمی برادری نے اسے سپر پاور تسلیم کر لیا، آج بھی امریکہ کی حیثیت عالمی برادری کے درمیان برقرار ہے، اس عرصے میں امریکہ عالمی سطح پر جمہوریت کے فروغ واستحکام کے لیے کیا کیا، اس نے ساری توانائی صرف اپنی ترقی اور اپنے اغراض ومقاصد کے حصول پر لگائی، سپر پاور ہونے کا مقام حاصل کرنے کے بعد اس کی پوری توجہ اس بات پر رہی کہ دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا ٹیگ اس کے نام کے ساتھ ہمیشہ جوڑا رہے اور وہ دنیا کا محافظ کہلاتا رہے، سینئر بش ہوں یا جونیئر بش، کلنٹن ہوں یا اوباما یا ٹرمپ سبھی امریکی صدر نے صرف امریکہ کی بہتری اور فائدے کے لئے کام کیا، اس کے لئے چاہے کسی غریب اور کمزور ملک کو برباد ہی کیوں نہ کرنا پڑا ہو، ایران عراق کو آپس میں لڑانے کا معاملہ ہو یا پھر عراق پر جنگ تھوپنے کا، مگر اب دنیا جان چکی ہے کہ یہ سب تیل کا کھیل تھا، مغرب کے متعدد رائٹرس اس موضوع پر کتابیں قلمبند کر چکے ہیں، افغانستان کی کہانی بھی دنیا کے سامنے ہے، طالبان کو اکھاڑ پھینکنے کے پیچھے امریکہ کا مقصد کیا تھا اور پھر چور دروازے سے وہاں سے کیوں نکلا، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے،

اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ جمہوری اصولوں پر چلنے والا دنیا کا سب سے طاقتور ملک ہے، اس کی جمہوریت میں بہت ساری کمی اور خامیاں ہوسکتی ہیں لیکن امریکی سیاست اور یہاں کے لیڈران کی ایک بات بے حد متاثر کرتی ہے وہ یہ کہ وہ مذہب، کلیسا یا حضرت عیسی کے نام پر ووٹ مانگتے کبھی نہیں دیکھے گئے، کرائسٹ یا چرچ یہاں سیاسی ایشو کبھی نہیں بنتا، عبادت گاہ توڑ کر فرقہ واریت کے نام پر انتخابات نہیں ہوتے، امریکہ کی خوبی ہے کہ یہاں کوئی لیڈر عالیشان چرچ کی تعمیر کا وعدہ کر کے عوام کے سامنے ووٹ کی بھیک نہیں مانگتا اور امریکی عوام بھی ایسے ہیں کہ انہیں اس طرح کی افیم نہیں کھلائی جاسکتی، ٹرمپ نے ایسی کوشش کی تھی اور پچھلے الیکشن کے وقت گورے کالوں کے ایشوز پر انہوں نے کچھ نفرت بھرے نسل پرستانہ بیانات دیے تھے جس کا نتیجہ دنیا کے سامنے ہے، امریکی عوام نے انہیں اقتدار سے باہر کر دیا۔

جو بائیڈن جمہوریت کی بقا، فروغ اور استحکام کے لئے فکر مند ہیں ہے نہیں یہ ایک اچھی بات ہے، ان کی سوانح حیات میرے مطالعہ سے گزری ہے، مسند اقتدار پر وہ اچانک نہیں پہنچے ہیں، انہوں نے زندگی میں بہت بہت نشیب وفراز کا سامنا کیا ہے، اور آج دنیا کے جو حالات ہیں وہ بھی ان کے سامنے ہے، کئی ممالک ایسے ہیں جہاں جمہوریت کی آڑ میں کچھ اور ہی چل رہا ہے، پچھلے دنوں بنگلہ دیش میں فرقہ واریت کا جو برہنہ رقص ہوا وہ سب نے دیکھا، پاکستان سے بھی اقلیتی فرقے کے افراد پر ہونے والے مظالم کی خبریں آجاتی ہیں، ایسے بھی ممالک ہیں جہاں پوسٹر جمہوریہ کا ہے مگر پردے کے پیچھے سرمایہ دارانہ نظام کام کر رہا ہے، وہاں بھی غریب مزید غربت کی دلدل میں دھنستے جا رہے ہیں اور امیروں کی دولت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ جمہوریت کے نام پر ہو رہا ہے۔

جمہوریت کے تعلق سے مغرب کے بہت سے مفکرین کا نظریہ منفی رہا ہے، عالمی شہرت یافتہ ادیب آسکر وائلڈ ان ہی میں سے ایک ہیں جن کے مطابق جمہوریت کا مطلب ہے عوام کے ذریعے، عوام کے لیے، عوام کے خون کی ہولی، اسی ضمن میں فرینکلن ڈی روزویلٹ کا کہنا ہے کہ جمہوریت اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک کہ عام لوگ اپنے لیڈر کا انتخاب بہت ہی سمجھداری سے نہ کریں، جمہوریت کو برقرار رکھنے کے لیے حقائق کی معلومات سے زیادہ صحیح تعلیم اور سیاسی شعور کا ہونا ضروری ہے، بہرکیف، جمہوری نظام کی متذکرہ تعبیر سے قطع نظر دنیا کے پاس کوئی دوسرا متبادل حکومتی نظام نام بھی نہیں ہے، بنی آدم نے ہزاروں سال تک آمریت کا قہر دیکھا اور جھیلا ہے، ماضی بعید میں انسانی غلامی کی دوزخ سے بھی گزرا ہے، جمہوریت میں عوام کے پاس کم از کم اتنا اختیار تو ہوتا ہے کہ ہر چار یا پانچ سال بعد وہ اپنا حکمران بدل سکتے ہیں، اس اعتبار سے جو بائیڈن کی کوشش کی تعریف ہونی چاہیے، اس اجلاس میں بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے بھی حصہ لیا اور اپنی تقریر میں بائیڈن کے ساتھ مل کر جمہوریت کے استحکام اور فروغ کے لیے کام کرنے کی بات کہی، یہ بھارت اور امریکہ کے درمیان بننے والے رشتے کو ظاہر کرتا ہے، جمہوریت پر مطالعہ وقت کی ضرورت ہے۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اوپر دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کر دیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس آپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ آپ نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(منیجر نقیب)

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna # 9473371988

Scanned with CamScanner